الفرقان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پریس کانفرنس سے خطاب

۱۹۷۶ء کے دورہ امریکہ اور یورپ کے ممالک میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو جو مختلف مقامات پر دین حق کا پیغام پہنچانے کے مواقع ملے ان میں سے ملک جرمنی کے شہر فرینکفورٹ میں ایک پریس کانفرنس بھی تھی اس فوٹو میں حضور صحافیوں کے سوالات کے جوابات دے رہے ہیں حضور کے ساتھ جرمن نو مسلم ہدایت اللہ صاحب ہبش بیٹھے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر

ابوالعطاء جالندھری

ماہنامہ

الفرقان

ربوہ

ٹیلیفون

۶۹۲

شمارہ ۱۱/۱۲	نبوت / فتح ۱۳۵۵ ہجری شمسی	سالنامہ ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۷۶ء	ذوالقعدہ و ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ	جلد ۲۶

الفہرست

- دردمند مسلمانوں کے لئے لمحۂ فکریہ، (اگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں تو ....) — ایڈیٹر — صفحہ ۳
- شذرات — " — ۵ "
- مَیں نے کیا دیکھا؟ (دورۂ امریکہ کے تاثرات) — جناب مولوی مسعود احمد خان صاحب دہلوی — ۹ "
- ایک دینی دعائیہ تقریب — ابوالعطاء — ۱۵ "
- "داناۓ راز کی بارگاہ میں" (نظم) — ماخوذ از نوائے وقت — ۱۶ "
- حوادث طبعی یا عذاب الٰہی — محترم جناب صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب — ۱۷ "
- حضرت مسیح ناصری کنعان سے ہندوستان تک — جناب شیخ عبدالقادر صاحب محقق لاہور — ۳۲ "
- میاں محمد نذیر حسین دہلوی کی گورنمنٹ انگلشیہ سے وفاداری اور اس کا صلہ — جناب سید احمد علی صاحب فاضل — ۳۸ "
- عصرِ حاضر میں تعلیم قرآن کے دو عالمی مراکز ـ قادیان اور ربوہ — جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد — ۴۱ "
- ربوہ میں نعتیہ مجلس مشاعرہ کا انعقاد — ادارہ — ۵۹ "
- مدح محبوب سبحانی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم — کلام حضرت مہدی معہود علیہ السلام — ۶۱ "
- محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے — کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ — ۶۲ "
- پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار — حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم مدظلہا العالی — ۶۳ "
- ہم پہ کھولا ہے یہ معراج کی شب نے نکتہ — جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم — ۶۴ "
- ظہور خیر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم — جناب صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب — ۶۵ "
- اے خاتم پیغمبراں اے امام المرسلیں — جناب تمیس مینائی صاحب کراچی — ۶۷ "
- اے شہِ کون و مکاں اے رحمتِ پروردگار — جناب چوہدری شبیر احمد صاحب واقفِ زندگی — ۶۸ "

- نعتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلّم —— جناب میجر منظور احمد صاحب ساہیوال —— صفحہ ۷۰
- شانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلّم —— جناب ارشاد احمد صاحب شکیب —— ″ ۷۱
- نعت در مدح سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم —— جناب سلیم شاہجہانپوری صاحب —— ″ ۷۲
- نورِ محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم —— جناب سعید احمد صاحب اعجاز —— ″ ۷۳
- نعت النبیؐ اور میرا اعترافِ عجز —— جناب مولوی ظفر محمد صاحب ظفرؔ فاضل —— ″ ۷۴
- تہنیتی اشعار در مدح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم —— جناب چوہدری علی محمد صاحب سرورؔ —— ″ ۷۵
- ذکرِ سرورِ ابرار صلّی اللہ علیہ وسلّم —— جناب ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب —— ″ ۷۶
- نعت النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم —— جناب قریشی عبدالرحمٰن صاحب اید —— ″ ۷۷
- نعت رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم —— جناب عبدالکریم صاحب قدسیؔ —— ″ ۷۸
- ہدیہ عقیدت بحضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم —— جناب مبشّر احمد صاحب طاہرؔ —— ″ ۷۹
- جلوۂ فاران —— جناب راجہ نذیر احمد صاحب ظفرؔ —— ″ ۸۰
- اقتباسات۔ (۱) "اگر محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائیں" (۲) مسلمانوں کے قول و فعل میں تضاد (۳) ظھر الفساد فی البر والبحر کا نظارہ) —— ″ ۸۱ تا ۸۴
- الفرقان کا آئندہ پنجسالہ پروگرام —— ابوالعطاء —— ″ ۸۵

مکتبہ الفرقان کی مفید کتابیں

- میرا دین: —— حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان کے قلم سے ... ... قیمت روپے ۰ — پیسے ۲۵
- نبراس المومنین: —— سو احادیثِ نبویہ کا با ترجمہ انتخاب ... ... ″ ۰ — ۷۵
- تحریری مناظرہ: —— الوہیتِ مسیحؑ پر پادری عبدالحق سے مناظرہ ... ... ″ ۲ — ..
- مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے: (انگریزی پمفلٹ) ... ... ″ ۰ — ۲۵
- بہائی شریعت: —— مع ترجمہ اور اس پر تبصرہ ... ... ″ ۲ — ..
- ماہنامہ الفرقان کے پرانے خاص نمبر۔ (ہر ایک سابقہ قیمت پر)... عام پرانے رسالے۔ دس پیسے فی رسالہ
- ربوہ سے تل ابیب تک —— پر تبصرہ (مولوی محمد یوسف صاحب بنوری کا جواب ہے) از قلم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ۱ — ۵۰

مینیجر ماہنامہ الفرقان گول بازار۔ ربوہ

اداریہ

دردمند مسلمانوں کیلئے لمحۂ فکریہ

اگر رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائیں تو....

قارئین کرام اس شمارہ میں دوسری جگہ (صفحہ ۸ پر) اہلحدیثوں کے ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور کا ایک ضروری مضمون ملاحظہ فرمائیں گے۔ ترجمان الحدیث نے دنیائے عرب کے مشہور شاعر جناب محمد رضا شبیبی عراقی کی ایک نظم کا ترجمہ شائع کیا ہے اور اس پر عنوان "اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں" دیا ہے

ابتدائی چار اشعار کا ترجمہ بایں الفاظ کیا گیا ہے :-

"اگر احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک عالم بالا سے ہمیں دیکھ لے یا ہمارے پاس تشریف لائے تو معلوم نہیں ہمارے متعلق کیا رائے قائم کرے۔ میرا گمان غالب ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج ہمارے پاس تشریف لے آئیں تو **آج ہماری قوم کے ہاتھوں آپؐ کو اسی قسم کے مصائب** اور اعراض و **انکارِ حق سے دوچار ہونا پڑے گا جس طرح کہ آپؐ کفارِ مکہ کے ہاتھوں دوچار ہوئے (کیونکہ ہماری قوم آج کسی مصلح کے وجود کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں)** کیونکہ ہم نورِ حق سے جس کو لے کر آپؐ مبعوث ہوئے تھے اور جس نے انسانی زندگی کے ہر گوشہ کو تابناک بنا دیا تھا اسی طرح روگردانی کر چکے ہیں **جس طرح قریش نے اس سے منہ موڑا تھا** اور گڑھے میں جا گرے تھے اور پھر آپ یقیناً یہ فیصلہ فرمائیں گے کہ لوگ جس ڈگر پر چل رہے ہیں وہ میرا بتایا ہوا راستہ نہیں ہے اور آخری زمانہ کے لوگوں نے جس مذہب کا طوق اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے، **وہ میرا مذہب ہرگز نہیں۔**"

(ترجمان الحدیث لاہور۔ اکتوبر نومبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۲)

دردمند مسلمانوں کو اس واضح بیان پر غور و فکر کرنا چاہیئے اور جو ناروا رویہ اس زمانہ کے مامور حضرت احمد قادیانی علیہ السلام کے خلاف محض مخالف مولویوں کے کہنے سے اختیار کیا جا رہا ہے اور انہیں اور ان کی جماعت کو جو **"مصائب"** پہنچائے

جا رہے ہیں اور "اعراض و انکارِ حق" کا جو طریق اختیار کیا جا رہا ہے اُس سے باز آ جانا چاہیئے۔

مندرجہ بالا اقتباس کا فقرہ "ہماری قوم آج کسی مصلح کے وجود کو برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں" تو صاف طور پر قومی اسمبلی کے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے فیصلہ کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ اس سے قبل تو امت مسلمہ اجماعی طور پر امام مہدیؑ کے آنے کی قائل رہی ہے اور ہر زمانہ میں وقت کے مصلح اور مجدد کو مانتی رہی ہے۔ اس بارے میں مخالفِ احمدیت ہفت روزہ المنبر لائلپور کی مندرجہ ذیل دو عبارتیں نہایت واضح ہیں۔ لکھا ہے کہ:۔

"اسلام کی طویل اور پُرآشوب تاریخ میں کوئی قلیل سے قلیل مدت بھی ایسی نہیں آئی ہے جب اسلام کی حقیقی دعوت بالکل بند ہو گئی ہو اور تجدید و احیاء دین کا کام کرنے والا کوئی نہ رہا ہو۔ بلکہ ہر دور میں کوئی نہ کوئی مصلح اور مجدد ضرور رہا ہے اور رہا کرے گا۔ انھیں میں ایک امام مہدی بھی ہیں جو آخر زمانہ میں ہوں گے جن کے وجود و ظہور کی خبر آنحضرتؐ نے تمام صفات کی تصریح اور وقت و مقام کی تعیین کے ساتھ دی ہے۔ امام مہدی نہ کوئی فرشتہ ہوں گے نہ کوئی فوق البشر مخلوق۔ وہ ایک انسان ہوں گے تمام انسانوں کی طرح، نیک اور صالح جن کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے وقت میں باطل کو شکست دینے اور دین کو پورے طور پر قائم کرنے میں کامیابی ہوگی۔ یعنی وہ ایک مصلح، مجدد اور خلیفہ راشد مہدی ہوں گے۔"

(ہفت روزہ المنبر ۱۶ جون ۱۹۷۴ء)

پھر لکھا ہے:۔

"علماء محققین کی ایک جماعت نے احادیث مہدی کو متواتر کہا ہے نیز ظہور مہدی کا عقیدہ امت کے اندر متواتر رہا ہے۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین اور جمہور علماء امت کے اندر اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا گیا۔ کبھی دور میں اگر کسی نے عقیدۂ ظہور مہدی کے بارے میں شک و تردد کا اظہار کیا تو اس کو تمام نے شذوذ سے تعبیر کیا۔"

(المنبر لائلپور ۱۶ جون ۱۹۷۶ء)۔

اب بھی وقت ہے کہ سوچنے والے دل غور کریں اور آسمانی آواز پر لبیک کہیں۔ مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کنند وقتِ خوشترم

○

شذرات

۱۔ سرکاری تعطیل کا دن جمعہ مقرر ہونا چاہیئے

جناب ایڈیٹر صاحب نوائے وقت لاہور زیر عنوان "پشاور یونیورسٹی کا مستحسن فیصلہ" لکھتے ہیں:۔

"پشاور یونیورسٹی کے اس فیصلہ پر خوشگوار حیرت ظاہر کی جائے گی کہ اس کی سنیٹ کے حالیہ اجلاس میں یونیورسٹی سٹوڈنٹس یونین کی اس تحریک کو اتفاق رائے سے منظور کر لیا گیا کہ یونیورسٹی میں ہفت روزہ چھٹی جمعہ کو ہونی چاہیئے۔ ہمیں امید ہے کہ جب تک سرکاری سطح پر جمعہ کو ہفت روزہ چھٹی کرنے کے پرزور مطالبے کو پذیرائی نہیں بخشی جاتی (اس معاملے میں تاخیر بہرحال ناقابلِ فہم ہے) پشاور یونیورسٹی کے اس مستحسن فیصلے کی تقلید کرتے ہوئے تمام گورنمنٹ اسلامیہ سکولوں اور کالجوں میں جمعہ کو چھٹی کرنے کی دیرینہ روایت بحال کر دی جائے گی بلکہ تمام یونیورسٹیوں کو بھی اس معاملے میں پشاور یونیورسٹی کی پیروی کرنے کا جائزہ لینا چاہیئے۔"

(نوائے وقت ۔ ۱۹ اکتوبر ۷۶ء)

الفرقان: ہم بھی اس تجویز کی پرزور تائید کرتے ہیں۔

۲۔ اکابر علماءِ احناف کے فتوے اہلحدیثوں پر

اہلحدیث رسالہ ترجمان الحدیث لاہور نے اکابر حنفیوں کے فتووں کے ذکر پر لکھا ہے کہ:۔

"ایک دوسرا محاذ کھول دیا گیا ۔ کہ اہلحدیث کو مساجد میں داخل نہ ہونے دیا جائے یہ لوگ لامذہب، مرتد، خارج از اسلام اور واجب القتل ہیں۔ ان کا ہر محاذ پر مقابلہ کیا جائے معاشی بائیکاٹ کیا جائے اس سلسلہ میں بہت سی کتابیں اور فتوے شائع کئے گئے۔"

(ترجمان الحدیث نومبر ۷۶ء صـ ۲۲)

الفرقان: مقامِ افسوس ہے کہ اب اہلحدیثوں نے بھی جماعت احمدیہ کے خلاف یہی محاذ کھول رکھا ہے اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ آمین!

۳۔ کفرساز علماء بقلم خود کافر ہیں

شیعی رسالہ البشیر لاہور میں علامہ سید ڈاکٹر محمد احسن صاحب زیدی عنوانِ بالا سے لکھتے ہیں :-

"ہمارے بعض نیک دل قارئین کرام نے سادگی کی بناء پر یہ شکوہ ہے کہ ہم نے اپنے مضامین میں علماء کی عزت و احترام کو خاک میں ملا دیا ہے۔ آج ہم ان ہی سے مخاطب ہیں اور بڑے شرمسار انداز میں ان سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ حضرات ہمیں ان علماء کے نام بتائیں جو کافر نہ ہوں۔ جنہوں نے آپ کو کافر نہ کہا ہو۔ پھر یہ بتائیں کہ جو علماء پوری امتِ مسلمہ کو کافر کہتے ہوں ان کو کون سی آیت سے قابلِ عزت و احترام سمجھا جائے اور کس معیار پر ایسے کفرساز گروہ کو علماء کا معزز لقب دیا جائے؟"

(البشیر لاہور ستمبر ۷۶ء صفحہ ۲۸)

الفرقان: حقیقت یہ ہے کہ کفرساز علماء ایسی دلدل میں پھنس گئے ہیں جس سے نکلنے کی ان کے لئے کوئی راہ نہیں ہے

۴۔ فلسطینیوں پر مظالم اور عرب ممالک

مہاجر فلسطینیوں کا ذکر کرتے ہوئے مدیر المنبر لائلپور لکھتے ہیں کہ :-

"ان مصائب کو سن اور پڑھ کر ــــ جن میں آج ہمارے یہ اولوالعزم بھائی مبتلا ہیں ــــ اسرائیل نے انھیں ان کے وطن سے نکالا تو آج تک انھیں کہیں بھی ٹھکانہ میسر نہ آسکا۔ مصر ہو یا اردن، شام ہو یا لبنان، ہر جگہ انھیں نشانۂ ستم بنایا گیا۔ اور آج جبکہ وہ لبنان میں زندگی اور موت کی وہ جنگ لڑ رہے ہیں جو انہیں اپنے ازلی و ابدی دشمن اسرائیل کے خلاف لڑنا تھی کوئی بھی تو ان کی مدد کو نہ آیا۔ حافظ الاسد کی افواج انتہائی ڈھٹائی سے فلسطینیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتی رہیں اور کسی عرب ملک نے یہ نہ کیا کہ "شام" کو راہ راست پر لانے کی کوئی کوشش کرتا۔ اے کاش! شاہ فیصل شہید زندہ ہوتے تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔"

(ہفت روزہ المنبر ۲۶ اگست ۷۶ء صفحہ ۲)

الفرقان: یہ بڑی دردناک داستان ہے وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ (الانعام ۸) کے عذاب کا نظارہ نظر آتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ!

۵۔ اُمت کے فرقوں میں ایک ہی فرقہ نجات حاصل کرنے والا ہے

شیعہ صاحبان کا رسالہ پیام عمل لاہور لکھتا ہے کہ:۔

"فی زمانہ اُمت مسلمہ میں بہتر فرقوں میں بٹی ہوئی ہے اُن میں بقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم **ایک ہی فرقہ ناجی یعنی نجات حاصل کرنے والا ہے** لیکن ہمارے تمام فرقوں میں یہ بات عام ہے کہ ہر فرقہ دوسرے فرقے کی غلطیاں بیان کرتا ہے اور اُن کے راہ ہدایت پر نہ ہونے کی دلیلیں اور تاویلیں پیش کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتا ہے اور ہمارا یہ مسئلہ عیسائیوں اور یہودیوں کا مسئلہ بن کر رہ گیا ہے۔"

(پیام عمل لاہور۔ نومبر ۱۹۷۶ء صفحہ ۳۱)

الفرقان: بہتر فرقوں نے ایک طرف ہو کر اور مسلمان فرقہ احمدیہ کو الگ کر کے عملاً تو فیصلہ کر دیا ہے کہ نجات پانے والا **ایک فرقہ** کون سا ہے۔ قارئین کرام غور فرمائیں۔

۶۔ تصویر سازی کی حرمت اور سعودی حکومت

سعودی حکومت نے حکم دیا ہے کہ حج پر آنے والی مسلمان عورتوں کے پاسپورٹوں پر اُن کی تصاویر چسپاں کی جائیں۔ حکومت پاکستان نے اعلان کر دیا ہے کہ جس عورت کی تصویر پاسپورٹ پر نہ ہوگی اُسے حج پر جانے کی اجازت نہ دی جائے گی۔ اس پر مدیر الاعتصام لاہور لکھتے ہیں کہ:۔

"تصویر سازی شریعت اسلامیہ میں حرام ہے اس لئے فی الحال مردوں کے لئے کسی درست یا نادرست وجہ سے یہ ضروری ہی ہے تو کم از کم عورتوں کو تو حسب سابق اس سے مستثنیٰ ہی رکھا جائے۔"

(الاعتصام ۵ نومبر ۱۹۷۶ء صفحہ ۵)

الفرقان: ہر قسم کی تصویر سازی اگر واقعی حرام ہے تو سعودی حکومت کے علماء اور مفتیوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس کے رواج کی نت نئی راہیں تجویز کر رہے ہیں؟

۷۔ اصلی شیعہ شاذ و نادر ہیں۔

شیعی رسالہ لکھتا ہے:۔

"حضرت علی نے فرمایا ہے کہ ہمارا شیعہ وہ ہے جس کی جبین پر سجدوں کا نشان ہو۔ روزے کی وجہ سے اس کا جسم زرد ہو۔ کثرت غم سے اس کی کمر خمیدہ ہو۔ اس کا بدن خوف خدا سے لرزاں اور تعلقات دنیوی میں نہایت کھرا ہو۔ **مجھے تو آج ایسے شیعہ شاذ و نادر دکھائی دیتے ہیں۔**"

(پیام عمل لاہور نومبر ۱۹۷۶ء صفحہ ۲)

الفرقان: اس صورت میں شیعہ صاحبان کو فکر کرنا چاہئے۔

٨۔ دیوبندی علماء کو حضرت مرزا صاحبؑ کی مخالفت کی ہمّت نہ ہوئی

اہلحدیث اخبار الاسلام لاہور لکھتا ہے :۔

"جن دیوبندیوں کے نام علامہ (خالد محمود) صاحب نے گنوائے ہیں ان کے متعلق ہم اپنا دعویٰ از سرِ نو بیان کئے دیتے ہیں کہ ان میں سے کسی کو مرزا صاحب کی زندگی میں ایک لفظ بھی مرزا صاحب کے خلاف لکھنے یا کہنے کی ہمّت نہ ہو سکی"

(ہفت روزہ الاسلام لاہور۔ ٢٩ اکتوبر ١٩٧٦ء ص٥)

الفرقان : آج تو اہلحدیث علماء مخالفتِ احمدیت ہی سلفیت کا اپنا امتیاز قرار دے رہے ہیں۔ کل کو جب انہیں کہنا پڑے گا مالنا لا نری رجالاً کنا نعدھم من الاشرار (ص ع) تو ان کا کیا حال ہوگا ؟

٩۔ شیعہ بچے اور کلمہ

ماہنامہ پیامِ عمل کا بیان ہے کہ :۔

"آج حالت یہ ہے کہ شیعہ بچوں کو صحیح کلمہ بھی نہیں آتا اور اگر صورت حالات یہی رہی تو کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کل کیا ہوگا۔"

(پیامِ عمل لاہور۔ نومبر ١٩٧٦ء ص٢)

الفرقان: ظاہر ہے کہ کل کو یہ بچے مذہب سے سراسر بیگانہ ہو جائیں گے۔

١٠۔ حجاز کی اسلامی حکومت اور برٹش گورنمنٹ

مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا کہ ہندوستان کے وہابی علماء کے خلاف حجاز میں شریف مکہ نے ایک مجلس مقرر کی اور آزاد صاحب کے والد صاحب کو ان کے عقائد کی تحقیقات کے لئے مقرر کیا۔ ابوالکلام صاحب لکھتے ہیں کہ سوائے تین مولویوں کے "سب نے تقیہ کیا اور کسی نے کوئی استقامت نہ دکھائی۔ ان تینوں کو اتالیس اتالیس کوڑے لگائے جانے کی تجویز ہوئی۔ اس جگہ پہنچ کر مولانا ابوالکلام لکھتے ہیں :۔

"اس موقع پر نہایت حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جب اسلامی حکومت اور جوار بیت اللہ میں ایک مسلمان جماعت علماء پر ظلم و ستم ہو رہا تھا تو اس وقت اگر ان کو کوئی پناہ مل سکی تو انہی کفار کے دامن میں جن سے بھاگ کر یہ یہاں آئے تھے ان میں سے بعض کے احباب ان کی گرفتاری کے بعد ہی جدہ آ گئے تھے اور برٹش قونصل کو خبر دی تھی کہ برٹش رعایا پر یہ عذاب نازل ہو رہا ہے۔ برٹش قونصل نے اس معاملے کو قابلِ مداخلت خیال کیا اور گورنر مکہ کو مراسلت بھیجی کہ برٹش رعایا کی گرفتاری بجز فوجداری جرائم کے اور کسی وجہ سے نہیں ہو سکتی اور اگر انہیں چوبیس گھنٹے کے اندر نہ چھوڑ دیا گیا تو برٹش گورنمنٹ اس معاملے کو بابِ عالی کے روبرو پیش کرے گی۔ تب گورنر نے شریف پر زور ڈالا اور تعزیر کی کارروائی وقوع میں آنے سے قبل ہی یہ لوگ چھوڑ دیئے گئے لیکن انہیں یہ سزا دی کہ سب کے سب اکتیس آدمی خارج البلد کر دیئے اور حجاز کی پولیس نے انہیں جدے لا کر برٹش قونصل کے حوالے کر دیا۔" (آزاد کی کہانی۔ بحوالہ ترجمان الحدیث اکتوبر/نومبر ٧٦ء ص٣٩)

الفرقان : ہم نہیں کہتے ہیں مگر مولانا ابوالکلام صاحب آزاد نے رسالے اسلامی حکومت اور برٹش گورنمنٹ [illegible]

میں نے کیا دیکھا؟

محترم جناب مولوی مسعود احمد خان صاحب دہلوی - ایڈیٹر الفضل

اس عاجز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم الشان فضل و احسان سے نوازا جس کے نتیجہ میں مجھے امسال سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حالیہ تبلیغی و تربیتی دورۂ امریکہ و یورپ کے سلسلہ میں حضور کے ہمراہ وہاں جانے کا موقع ملا اور اس طرح مختلف ملکوں کی جماعت ہائے احمدیہ کے احباب سے ملنے اور ان کے ذوق و شوق اور ولولۂ عشق نیز صدق و صفا اور اخلاص و وفا کی وجد آفریں کیفیات کو بچشم خود دیکھنے کی غیر معمولی سعادت نصیب ہوئی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ!

اکثر احباب مجھ سے یہ پوچھتے ہیں کہ میں نے وہاں کیا دیکھا؟ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک معرکۃ الآراء کتاب کا ایک روح پرور اقتباس ہدیۂ قارئین کرنا ضروری ہے کیونکہ جو کچھ میں نے دیکھا وہ حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کی عملی تعبیر کی حیثیت رکھتا ہے حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان کرنے کے ساتھ ہی پیشگوئی کے رنگ میں یہ بھی فرمایا کہ:-

"چونکہ یہ عاجز راستی اور سچائی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس لئے تم صداقت کے نشان ہر ایک طرف سے پاؤ گے۔ وہ وقت دور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔ یہ تم قرآن شریف سے معلوم کر چکے ہو کہ خلیفۃ اللہ کے نزول کے ساتھ فرشتوں کا نازل ہونا ضروری ہے تا کہ دلوں کو حق کی طرف پھیریں۔ سو تم اس نشان کے منتظر رہو اگر فرشتوں کا نزول نہ ہوا اور ان کے اترنے کی نمایاں تاثیریں تم نے دنیا میں نہ دیکھیں اور حق کی طرف سے دلوں کی جنبش کو معمول سے زیادہ نہ

پایا تو تم یہ سمجھنا کہ آسمان سے کوئی نازل نہیں ہوا۔ لیکن اگر یہ سب باتیں ظہور میں آ گئیں تو تم انکار سے باز آ جاؤ ورنہ تم خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک سرکش قوم ٹھہرو گے۔

(فتح اسلام۔ حاشیہ صفحہ ۲۱ و ۲۲)

حضور علیہ السلام کی اس عظیم الشان پیشگوئی کے [illegible] جو [illegible] فرشتوں کا نزول ہوا [illegible] ان دلوں پر نزول ملائکہ کی [illegible] تاثیرات [illegible] خود مشاہدہ کیں۔ ان خوش نصیبوں میں [illegible] کے دلوں پر آسمان سے ہی فرشتوں کا نزول ہر روز ہو رہا ہے۔ امریکہ کے کالے بھی ہیں اور گورے بھی۔ یورپ کے جرمن بھی ہیں اور انگریز بھی۔ سوئس بھی ہیں اور ہالینڈ بھی۔ یوگوسلاوین بھی ہیں اور البانین بھی۔ نیز سکینڈے نیویا کے ڈنمارکی بھی ہیں اور ناروے کے بھی اور سویڈش بھی۔ حتیٰ کہ کرۂ ارض کے شمالی [illegible] کے دور افتادہ علاقوں کے [illegible]

[illegible] ہستیاں ایسی دیکھیں جن کے [illegible] کی پوری تصویر نظر آتی ہے اور ان کی پیشانیوں میں احمدیت کی جلوہ گری آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے حتیٰ کہ اس قلب ماہیت اور انقلاب عظیم کو دیکھ کر دل روحانی کیف و سرور سے بھر جاتا ہے۔ مجھے وہاں کوئی ایک احمدی ایسا نظر نہیں آیا جس کا چہرہ خوبصورت داڑھی سے مزین نہ ہو۔ کوئی ایک بھی نہیں جو مجھے نظر آیا ہو کوئی ایک بھی جو سگریٹ پیتا اور فضا میں دھوئیں کے مرغولے چھوڑتا ہوا دکھائی دیا ہو۔ کوئی ایک احمدی خاتون نہیں جو پردہ کی پابند نہ ہو۔ الغرض سب کو ہی اسلامی شعار اور صوم و صلوٰۃ کا پابند پایا اور بعض تو ایسے بھی تھے جو راتوں کو اللہ تعالیٰ کی جناب میں روتے اور گڑگڑاتے یہاں تک کہ ان کی سجدہ گاہیں تر ہو جاتی ہیں۔ اس انقلاب عظیم کی اہمیت اور عظمت کا اندازہ بیان کرنا اور دوسروں سے [illegible] کروانا ممکن نہیں ہے۔ [illegible] اور [illegible] طرف [illegible] ایمان کی فراوانی اور گریہ و زاری دیکھ کر جب ایک [illegible] فرشتہ صورت و فرشتہ سیرت ہستیوں پر نظر پڑتی ہے اور [illegible] ستاروں کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں اور خاک کے پتلے عالم بالا کی مخلوق کے روپ میں ہر طرف نور برساتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوتِ احیاء کے اس معجزہ سے پر دل عشق کر اٹھتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے فرزند جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بے اختیار درود بھیجنے لگتا ہے اور گواہی دینے اٹھتا ہے کہ نزول ملائکہ کے بغیر ایسا محیر العقول انقلاب رونما ہو ہی نہیں سکتا۔ [illegible] دنیا کے گندے ماحول میں ایسی پاک ہستیوں کے طفیل ایک صاحب ایمان تو وارد فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اترتی اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھ لیتا ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور سجدات شکر بجا لاتا ہے کہ اس نے اپنے مسیح پاک علیہ السلام کے ذریعہ جو بشارت دی تھی وہ آج بڑی شان اور آب و تاب سے پوری ہو رہی ہے شمع احمدیت کے ان پروانوں کے اخلاص و وفا، اور

جذبۂ خدمت و فدائیت کی دو مثالیں یہاں بیان کرتا ہوں

یہ تو احباب کو الفضل میں شائع ہونے والی رپورٹوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ ڈیٹن میں حضور ایدہ اللہ کا قیام بلمٹورنا ورہوٹل میں تھا۔ وہاں سے مسجد احمدیہ چار میل دور واقع ہے۔ حضور ایدہ اللہ ہوٹل سے روزانہ مسجد تشریف لے جاتے رہے۔ پہلے دو روز تو حضور برادر رفیق احمد صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ ڈیٹن کی نیو مرسیڈیز کار میں تشریف لے جاتے اور وہاں سے واپس تشریف لاتے رہے۔ کار وہ خود ہی ڈرائیو کرتے تھے اور بے انتہا خوش تھے کہ انہیں حضور ایدہ اللہ کی کار ڈرائیو کرنے کا خصوصی شرف حاصل ہے۔ آخر تیسرے روز ایک اور ہمارے امریکن بھائی امین اللہ صاحب کے اصرار پر انہیں یہ موقع دیا گیا کہ وہ حضور کو اپنی کیڈلک کار میں مسجد لے جائیں۔ اس پر مکرم برادر امین اللہ صاحب کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ نہ تھا لیکن برادر رفیق احمد صاحب ازحد مغموم تھے کہ میں اس سعادت سے محروم رہا جا رہا ہوں تاہم انہوں نے اصرار کیا کہ قافلہ کے دوسرے ارکان ان کی کار میں سوار ہوں اور ان کی کار حضور کی کار کے پیچھے پیچھے ایک ساتھ مسجد پہنچے۔ چنانچہ اس روز ایسا ہی ہوا لیکن خدا کا کرنا کیا ہوا کہ جب دونوں کاریں ایک ساتھ ہوٹل سے مسجد کی طرف روانہ ہوئیں تو قریبی چوراہے پر پہنچتے ہی حضور ایدہ اللہ کی کار تو چوراہے سے گذر گئی اور برادر رفیق احمد صاحب کی کار ایک دم سُرخ بتی روشن ہو جانے کی وجہ سے چوراہے سے نہ گزر سکی اور اسے رُکنا پڑ گیا۔ اس اثناء میں برادر امین اللہ صاحب اپنی کار کو تیزی سے دوڑاتے ہوئے ایک ایسے راستہ کی طرف مڑ گئے جس کا مکرم رفیق احمد صاحب کو علم نہ تھا۔ اس طرح برادر رفیق قافلہ سے بچھڑ گئے اور حضور کی کار کے ساتھ مسجد نہ پہنچ سکے۔ اس کا انہیں اس قدر قلق تھا کہ گویا انہیں ایک ایسے نقصان عظیم سے دوچار ہونا پڑا ہے کہ جس کی تلافی ممکن ہی نہیں ہے۔ ان کا یہ حال تھا کہ اپنی کوتاہ بختی پر رو رو کر کفِ افسوس مل رہے تھے۔ ایک ہاتھ سے موٹر کا سٹیرنگ پکڑا ہوا تھا اور دوسرا ہاتھ اپنے ماتھے پر مار مار کر یہ کہتے جاتے تھے کہ۔

"اے میرے خدا! میرے ساتھ یہ کیا ہوا؟"

جب میں نے ان سے کہا کہ جو ہونا تھا ہو گیا اب ذرا سنبھل کر موٹر چلائیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی حادثہ پیش آ جائے۔ تو ان سے رہا نہ گیا اور انہوں نے چلتی موٹر کا سٹیرنگ چھوڑ کر دونوں ہاتھوں سے اپنا ماتھا پیٹنا شروع کر دیا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ میں تمہیں کیا بتاؤں کہ حضور کی کار سے بچھڑ کر میں بہت بڑے اعزاز سے محروم ہو گیا ہوں اور میرا اس طرح بچھڑ جانا نیک فال نہیں ہے۔ اگر وہ جلدی دونوں ہاتھوں سے سٹیرنگ دوبارہ پکڑ کر موٹر کو نہ سنبھال لیتے تو کوئی عجب نہ تھا کہ ایکسیڈنٹ ہو جاتا (اعاذنا اللہ منہا)

ہر بھائی کی یہی تمنا ہوتی تھی کہ حضور اس کی کار میں تشریف فرما ہوں اور اسے برکت بخشیں اور اس طرح حضور کی کار ڈرائیو کرنے کا خصوصی شرف اس کے حصہ میں آئے۔ یہ ایک ایسا اعزاز تھا جس کے حصول کا ہر ایک متمنی تھا اور اس کے لئے بے چین نظر آتا تھا اور جب ایک بھائی کو یہ اعزاز مسلسل دو روز حاصل ہو چکا تو تیسرے روز نہ

[illegible] تو وہ مارے غم کے گھلا جا رہا تھا [illegible] کے ساتھ محبت اور شیفتگی کا یہ عالم دلوں پر موعودؑ کے نزول اور ان کی نمایاں تاثیروں کا ایک درخشندہ و تابندہ ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔

ڈیٹن ہی کے ایک اور دوست جن کا نام برادر بشیر احمد ہے بطور ناظر رسوم کی گیلری میں اکثر ٹہلتے ہوئے نظر آتے۔ انھوں نے ایک بڑا سا لفافہ ہاتھوں میں پکڑا ہوا ہوتا اور اسے سینے سے چھپایا ہوا ہوتا۔ میں حیران ہوتا کہ نہ معلوم اس لفافہ میں کیا ہے جو اسے یہ سینہ سے چمٹائے ہر وقت یہاں گھومتے رہتے ہیں۔ آخر ایک دن مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے ان سے پوچھ ہی لیا کہ یہ کیا چیز ہے جسے آپ ہر وقت سینہ سے چمٹائے ساتھ لئے پھرتے ہیں۔ فرمانے لگے۔ لفافہ میں بہت قیمتی شے ہے جو مجھے جان و دل سے عزیز ہے۔ مجھے وہ شے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ مجھے مشتاق دیکھ کر انھوں نے لفافہ میں سے وہ شے نکالی۔ میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ قیمتی اور جان و دل سے عزیز شے کیا تھی؟ وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے قدسی صفات صحابہؓ کے ساتھ ایک گروپ فوٹو تھا۔ میں نے ان سے کہا۔ آپ اسے حفاظت سے گھر میں کیوں نہیں رکھتے اور ساتھ کیوں لئے پھرتے ہیں؟ فرمایا۔ میں روزانہ اس گروپ فوٹو کو اس لئے ہمراہ لاتا ہوں کہ آپ لوگوں (اہلِ قافلہ) میں سے کسی سے بھی یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام دریافت کروں اور پھر انہیں اس فوٹو کے نیچے لکھ لوں۔ یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے [illegible] موعود علیہ السلام کا زمانہ پایا۔ حضور [illegible] لائے اور قلیل [illegible] مقدس کام میں آپؑ کے مددگار رہے۔ آپ لوگوں کو مصروف دیکھ کر کسی سے نام دریافت کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔" بعض صحابہؓ کے نام میں نے انھیں اسی وقت بتا دیئے۔ وہ کہنے لگے۔ مجھے تو اس گروپ فوٹو میں موجود تمام صحابہؓ کے نام چاہئیں۔ میں اس فوٹو اور صحابہؓ کے ناموں کو ایک مقدس یادگار کے طور پر اپنے پاس محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ ان میں سے ہر ایک مقدس وجود ہے اور ان کی یاد کا آئندہ نسلوں میں محفوظ رہنا ضروری ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ربوہ جا کر ان تمام صحابہؓ کے نام معلوم کر کے آپ کو بذریعہ خط مطلع کر دوں گا۔ انھوں نے فرمایا۔ مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ فوٹو میں نظر آنے والے صحابہ میں سے کس کا کیا نام ہے؟ پھر سوچ کر فرمایا کہ میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے وہ میں آپ کو کل بتاؤں گا۔

اگلے روز ہم نے ڈیٹن سے نیویارک روانہ ہونا تھا۔ فضائی مستقر پر وہ تشریف لائے اور انھوں نے مجھے اس گروپ فوٹو کی ایک اور کاپی دی اور فرمایا۔ آپ اس فوٹو کے نیچے جملہ صحابہ کے ترتیب وار نام لکھ دیں اور پھر مجھے یہ الیس ارسال کر دیں۔ اس طرح میرے پاس صحابہ کے فوٹو ہی نہیں بلکہ ان کے نام بھی محفوظ ہو جائیں گے اور میری خواہش پوری ہو جائے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہی نہیں بلکہ آپ کے طفیل آپ کے صحابہ کے ساتھ امریکی قوم کے ایک فرد کے دل میں محبت و احترام کے اس جذبہ کو دیکھ کر مجھ پر عجیب وارفتگی کا عالم طاری ہوا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب کون کہہ سکتا ہے کہ الشیا [illegible] نہیں ہو رہا

اور ان کا نمایاں ترین تعمیری عمل جو ہمیں آج بھی نظر آ رہا ہے یہ ملا کر
کا جو کام ہے کہ وہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب
میں بسنے والے سعید الفطرت انسانوں کے وجود پر نازاں
ہو۔ چنانچہ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے
صحابہؓ کی الفت بھر رہے ہیں۔ ساتھ ہی مجھے سیرالیون
(مغربی افریقہ) کے جناب ابوبکر گبے کمارا یاد آ گئے۔ جب
۱۹۶۲ء میں وہ ربوہ آئے تھے تو حضرت مسیح موعود علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی آپ کے صحابہؓ کے بارے میں
محبت، عقیدت اور احترام کا یہی جذبہ ان کے اندر
بھی موجزن پایا تھا۔ اس ایمان افروز اور روح پرور
واقعہ کی یاد تازہ کئے بغیر میں آگے نہیں بڑھ سکتا

جناب ابوبکر گبے کمارا ۱۹۶۲ء میں سیرالیون
کے سابق فوجیوں کی انجمن کے جنرل سیکرٹری اور سیرالیون
مسلم کانگریس کی مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ علاوہ ازیں وہاں
کے ضلع کیالہ کی ڈسٹرکٹ کونسل کی رکنیت بھی آپ کو
حاصل تھی۔ الغرض آپ وہاں کے مذہبی اور سماجی حلقوں
میں بے حد مقبول اور بہت اثر و رسوخ کے مالک تھے
آپ سابق فوجیوں کے سربراہوں کی عالمی کانفرنس میں
اپنے ملک کی نمائندگی کرنے کی غرض سے سیرالیون سے
بنکاک تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے واپسی پر حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عشق و محبت کا جذبہ
اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے ملاقات
اور مرکز سلسلہ کی زیارت کا اشتیاق آپ کو بے اختیار
ربوہ کھینچ لایا۔ ۳۰؍مارچ ۱۹۶۲ء کو آپ نے مسجد مبارک
ربوہ میں نماز جمعہ ادا کی بعد ازاں آپ نے حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کے صحابہؓ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔
اس وقت محترم میاں نواب دین عرف بابا کالو ماشکی
جن کی عمر اس وقت ۹۰ سال تھی وہاں موجود تھے۔ پیرانہ
سالی کی وجہ سے ان کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ جب جناب
ابوبکر گبے کمارا کو ان سے ملایا گیا اور بتایا گیا کہ انہیں
ایک موقعہ پر دیگر احباب کے ہمراہ حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کی پالکی اپنے کندھوں پر اٹھانے کا شرف
حاصل ہوا تھا تو وہ گھٹنوں کے بل محترم میاں نواب دین
کے سامنے جھک گئے تھے اور ان سے التجا کی تھی کہ وہ
اپنا ہاتھ ان کے سر پر پھیر کر انہیں برکت بخشیں۔ یہ
دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کے
ساتھ جوشِ عقیدت اور فرطِ محبت کا ایک والہانہ
اظہار تھا جس نے ایک آزاد قوم کے ممتاز لیڈر کو حضور
علیہ السلام کے ایک دیرینہ خادم کے آگے احتراماً جھکنے
پر مجبور کر دیا۔ محترم میاں نواب دین صاحب نے آبدیدہ
ہو کر جناب ابوبکر گبے کمارا کے سر اور پشت پر محبت
سے ہاتھ پھیرا اور دعا دی اور وہ مسیح پاک علیہ السلام کے
ایک ادنیٰ خادم سے برکت حاصل کرنے کے بعد خوشی
خوشی یوں اٹھ کھڑے ہوئے کہ گویا انہیں بہت بڑی
دولت میسر آ گئی۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ماہنامہ
"انصار اللہ" بابت اپریل ۱۹۶۲ء)

محبت اور شیفتگی اور للّٰہیت کا یہی جذبہ میں
نے امریکہ کے احمدی بھائیوں میں پایا۔ یہی وجہ ہے کہ
ڈیٹن کے برادر بشیر احمد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام
اور آپ کے صحابہ کے ساتھ محبت و عقیدت کے اس والہانہ

اظہار پر مجھ پر وارفتگی کا عالم طاری ہوئے بغیر نہ رہا اور دل ہی دل میں میں فرطِ مسرت سے جھوم اٹھا۔ میں نے ان سے حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہؓ کا گروپ فوٹو بڑی ہی عقیدت کے ساتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور ان سے وعدہ کیا کہ میں جملہ صحابہ کے نام معلوم کر کے اور انہیں فوٹو کے نیچے لکھ کر یہ فوٹو انہیں واپس ارسال کر دوں گا۔ اس وعدہ پر وہ بے حد مسرور ہوئے اور میرا شکریہ ادا کرنے اور مجھ سے بغلگیر ہونے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

انگلستان کے ناصر وارڈ اور ان کی اہلیہ محترمہ قدسیہ وارڈینز، محترم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی بڑی نواسی ثراد اہلیہ محترمہ، ہالینڈ کے جناب عبدالعزیز فرحاخو، جناب عبدالحمید خان ورنیلڈن، جناب بُرخا، جناب لِس وغیرہم، جرمنی کے جناب سعید شاٹ ہاؤزر اور جناب سعید کرشمان، یوگوسلاویہ کے جناب شعیب موسے اور جناب عزت اولی فرخ، البانیہ کے جناب اسمٰعیل ڈیموش، ڈنمارک کے جناب عبدالسلام میڈسن، جناب الحاج نوح سوئنڈ ہانس اور جناب کمال کروگ، سویڈن کے جناب محمود ارکسن اور مسٹر قانتہ کرسٹینا، ناروے کے جناب نور احمد بولستاد اور آئرلینڈ کے جناب سعید تولتس اور اسی طرح امریکہ اور یورپ کے مختلف ملکوں کے صدہا احمدیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کے ساتھ محبت و عقیدت اور عزت و احترام کے اسی جذبہ سے سرشار پایا جس کی جھلک میں نے ڈبلن کے احمدیوں میں دیکھی تھی۔

اس دورہ میں میں نے عشق و محبت کے اس جذبہ کو ہر احمدی میں کارفرما دیکھا اور محبت و عشق کے یہ جلوے ہی وہ دولت لازوال ہیں جس سے مالا مال ہو کر میں وہاں سے واپس آیا ہوں۔ یہ جلوے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک زبردست نشان ہیں۔ اس لئے کہ یہ دنیا پر آشکار کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو بار بار جو خبر دی تھی وہ آج بڑی شان سے پوری ہو رہی ہے اور آئندہ بھی ہر آن پہلے سے بھی بڑھ کر شان کے ساتھ پوری ہوتی چلی جائے گی۔ وہ خبر وہی ہے جس کا حضور علیہ السلام نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا تھا:۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی
ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا
اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا
اور میرے سلسلہ کو تمام زمین پر
پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے
فرقہ کو غالب کرے گا۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ) ••

○

ایک دینی دُعائیہ تقریب

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے دوسرے بیٹے کو بھی بیرونِ پاکستان خدمتِ دین کی سعادت حاصل ہو رہی ہے الحمدللہ
۵ نومبر ۱۹۷۶ء کو عزیزم مولوی عطاء الکریم صاحب شاہد بی اے کی روانگی لائبیریا (مغربی افریقہ) سے چند گھنٹے پیشتر خاکسار نے اپنے مکان بیت العطاء میں کچھ بزرگوں کو بلا کر ان سے الوداعی دعا کے لئے درخواست کی۔ اس موقعہ پر اخویم محترم چوہدری شبیر احمد صاحب واقفِ زندگی نے مندرجہ ذیل محبت بھری دعائیہ نظم پڑھی:۔

خُدا کے دیں کی اِشاعت کا لے کے عزمِ صَمیم
دیارِ غیر کو ہیں جا رہے عطاء الکریم !

جدھر بھی جائیں نصیب اُن کے فتح و نُصرت ہو
جہاں بھی ٹھیریں یہ پائیں وہاں مقامِ نعیم

گلی گلی اُنہیں ابلاغِ حق کی ہو توفیق
چمن چمن میں بکھیریں بہارِ دینِ قویم

اگر کبھی کسی فرعون سے مخاطب ہوں
عطاء ہو ان کو بفضلِ خدا زبانِ کلیمؑ

کہے ہیں شعر یہ شبیر نے دُعا کے لئے
قبول کر مرے مولا کہ تو ہے ربِّ رحیم

○

بعد ازاں محترم مولانا عبدالمالک خان صاحب نے دعا کرائی اور ہم افرادِ خانہ سب حاضرین سمیت عزیز کو الوداع کہنے کے لئے لاہور ائرپورٹ پر جانے کے لئے ویگن میں روانہ ہوئے
اطلاع مل گئی ہے کہ عزیزم عطاء الکریم صاحب شاہد بخیریت منزلِ مقصود پر پہنچ گئے ہیں۔ الحمدللہ! قارئین کرام سے میری عاجزانہ درخواست ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو بھی کامیابی و کامرانی سے واپس لائے اور ہمارے لئے قرۃ العین بنائے (آمین!)

"دانائے راز کی بارگاہ میں"

روزنامہ نوائے وقت نے اپنی خاص اشاعت ۹ نومبر ۱۹۷۶ء میں ذیل کی نظم بڑے اہتمام سے شائع کی ہے احباب اسے پڑھ کر علامہ اقبال کے مشن کی ناکامی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

کیا یہی انساں بنے گا عصرِ حاضر کا امام
رو کشِ ابلیس ہے جس کی رذالت کا مقام

کیا اسی کی عظمتوں پر تو نے چھڑکا تھا لہو
شرمگیں ہیں جس کی رسوائی سے سارے کاخ و کو

کیا اسی انساں کا زیور رمزِ الا اللہ ہے
مرغ و ماہی کا جہاں جس کے لئے اللہ ہے

کیا یہی وہ پاسباں ہے نیل سے تا کاشغر
جس کے "معبودِ حقیقی" ہیں فقط اصنامِ زر

کیا یہی وہ "نائبِ یزداں" ہے جس کا ارتداد
دین کو بھی بیچتا ہے بہرِ ایفائے مراد

کیا اسی انسانِ اسفل کا ہے تو دانائے راز
جس کے جہل و کذب کی رسی ہے حد سے دراز

کیا یہی ہے صحرائے تفکر کا عقاب
مردہ خوری سے ہے جس کے جسم کا رنگیں شباب

کیا یہی تیری نظر میں طائرِ لاہوت ہے
جس کا ہم مکتب غرابِ عالمِ ناسوت ہے

دیدۂ موسیٰ کہاں ہے جلوۂ سینا کہاں
تیرے میخانے کی اب گردش میں ہے مینا کہاں

ہو گیا تحلیل کیوں سینوں میں اب وہ سوز و ساز
جس سے رہتا تھا تفکر کے رگ و پے میں گداز

کیا ہوئی اب پیرِ رومی کی حدیثِ باکمال
محرمِ سرِ نہاں ہے کس جگہ وقفِ جمال

تیرا نالہ اس کے سینے سے گزر سکتا نہیں
یہ ہے وہ کژدم جو مارے سے بھی مر سکتا نہیں

جس تمدن کا امیں ہے تیرا تابندہ کلام
کر چکے ہیں مسخ اس کو فکرِ مغرب کے غلام

"قلبِ مومن" جا ملا ہے وہم کے زنگار سے
ہم بغل ہے رشتۂ تسبیح پھر زنار سے

تو نے جس تقدیر کو شی کا گرایا سومنات
پھر سجا لی آگئی اس کو ندامت کی برات

ٹوٹتے جاتے ہیں بندھن وحدتِ افکار کے
ہم بھی پچھتائے جنوں پر آگہی کو وار کے

ہو گیا ابتر یہاں تخلیقِ آدم کا نظام
اب یہاں تولید ہوتے ہیں غلام ابنِ غلام

اب یہاں رہتا ہے یا تو میکدہ رندں کا خروش
یا پھر خود ہوتے ہیں کچھ خرقہ فروش

ارتقاء کا رابطہ ہے جس سے وہ جوہر چھن گیا
تیری دانش کا جو مظہر تھا وہ "پیکر" [illegible] گیا

(مرحوم ڈاکٹر خیال امروہوی)

(قسط ۲)

حوادثِ طبعی یا عذابِ الٰہی

از قلم حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب

عذابِ الٰہی کی پہلی امتیازی علامت

عذابِ الٰہی کو عام حوادث سے ممتاز کرنے والی علامات میں سے ایک اہم علامت یہ ہے کہ عذاب کے واقع ہونے سے قبل ہی اس کی خبر دے دی جاتی ہے اور صرف خبر ہی نہیں بسا اوقات اس کی نوعیت بھی تفصیل سے بیان کر دی جاتی ہے۔ اس کی مثال حضرت نوحؑ کے زمانہ میں بڑی واضح شکل میں ملتی ہے۔ آپ نے پہلے سے قوم کو متنبہ کر دیا کہ تمہارے اعمال کی خرابی کے نتیجہ میں نیز میرے مسلسل انکار کی وجہ سے تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ اس تنبیہ کے ساتھ ہی آپ نے ذریعۂ ہلاکت سے بھی ان کو آگاہ کر دیا اور بتایا کہ تمہاری ہلاکت کا ذریعہ پانی کو بنایا جائے گا۔ جو ایک ایسے بے نظیر سیلاب کی صورت میں آئے گا جس سے اس علاقہ کی کوئی چیز خواہ انسان ہو یا حیوان، بچ نہیں سکے گی۔ یہ خبر دینے کے ساتھ ہی حضرت نوحؑ اس کشتی کی تعمیر میں مصروف ہو گئے جو اللہ تعالیٰ کے اذن کے مطابق اس عذاب سے مومنوں کو بچانے کے لئے بنائی جا رہی تھی۔

منکرین پاس سے گزرتے، ہنستے اور تمسخر اڑاتے حضرت نوحؑ اور آپ کے ساتھیوں کو طرح طرح کے طعنوں کا نشانہ بناتے لیکن کوئی بھی یہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوا کہ آسمان اس کثرت کے ساتھ پانی برسا سکتا ہے کہ دنیا کی کوئی پناہ گاہ اس کی زد سے انسان کو بچا نہ سکے، لیکن آخر وہ دن آ گیا جبکہ قرآن کریم کے بیان کے مطابق —

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ⑪

(القمر: ۱۲) آسمان نے اپنے تمام دروازے کھول دیئے اور ایسا موسلا دھار مینہ برسنا شروع ہوا جس کی کوئی مثال اس سے پہلے دیکھی نہ گئی تھی۔ حضرت نوحؑ اور آپ پر ایمان لانے والے کشتی میں سوار ہوئے اور اپنے ساتھ ایک معین مدت کے لئے زادِ سفر بھی لے لیا۔ کچھ جانور اور کچھ پرندے جو پہلے سے اس غرض کے لئے جمع کئے گئے تھے وہ بھی اس کشتی میں سوار کر لئے گئے۔ لیکن اس وقت تک بھی دیکھنے والے دیکھتے رہے اور تمسخر اڑاتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ کشتی پانی کی بڑھتی ہوئی سطح کے ساتھ بلند تر ہوتی چلی گئی اور مکانات، اونچی جگہیں اور ٹیلے رفتہ رفتہ پانی میں ڈوبنے

لگے لیکن اس وقت بھی ایمان نہ لانے والوں کو یقین نہ آیا کہ کشتی کے سواروں کے سوا اس علاقہ کے باقی تمام لوگ غرق ہو جائیں گے۔ خود حضرت نوحؑ کے ایک جسمانی بیٹے نے بھی اپنی بدقسمتی سے یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس غیر معمولی بارش اور سیلاب کو آخر وقت تک ایک طبعی حادثہ سمجھتا رہا۔ اُسے یہ گمان تو شاید گزرتا ہو کہ یہ کشتی سوار غرق ہو جائیں گے لیکن یہ وہم اس کے دل میں نہ آیا کہ سیلاب پہاڑوں کی چوٹیوں سے بھی اوپر نکل جائے گا۔ چنانچہ قرآن کریم کے بیان کے مطابق ہمیں اہل دنیا کی جو آخری آواز سنائی دیتی ہے وہ حضرت نوحؑ کے اس بیٹے کی یہ آواز ہے:-

سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ
مِنَ الْمَآءِ ؕ (ھود: ۴۴)

کہ میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا اور یہ
پہاڑ مجھے بچا لے گا۔

لیکن ایک بلند و بالا موج حضرت نوحؑ کی کشتی اور پہاڑ پر پناہ لینے والے اس وجود کے درمیان حائل ہو گئی۔ پانی بلند سے بلند تر ہوتا رہا اور پہاڑوں کی چوٹیاں روپوش ہونے لگیں۔ تیرنے والی اس کشتی کے سوا سطح آب پر اور کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔

یہ واقعہ جو تفاصیل کے کسی قدر اختلاف کے ساتھ دنیا کے تین بڑے مذاہب یعنی اسلام، یہودیت اور عیسائیت کو مسلّم ہے کم از کم ان اہل مذاہب کے لئے تو صرف ایک حجت ہے اور وہ یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ معمول کے مطابق طبعی قوانین کے تابع برسنے والی بارش بھی کبھی عذابِ الٰہی کا رنگ اختیار کر سکتی ہے۔

عذابِ الٰہی کی مختلف اقسام کا بیان چونکہ پہلے گزر چکا ہے اس لئے اس کی تکرار کی ضرورت نہیں۔ یہاں صرف عذابِ الٰہی کی امتیازی علامات کا ذکر ہو رہا ہے تو پہلی علامت قرآن کریم سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ وقت سے پہلے عذابِ الٰہی کی خبر دے دی جاتی ہے اور بسا اوقات اس کی نوعیت کی بھی تعیین کر دی جاتی ہے۔

دوسری امتیازی علامت

دوسری امتیازی علامت ہمیں یہ معلوم ہوتی ہے کہ عذابِ الٰہی کے واقع ہونے کو ایک ایسی شرط کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے جس کا کسی پہلو سے بھی ان عوامل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جس کے نتیجہ میں کوئی ارضی و سماوی حادثہ رونما ہو سکے۔

حضرت صالحؑ کے عہد کی مثال ہمارے پیش نظر ہے۔ وہ خوفناک دھماکہ جسے آتش فشاں پہاڑ کا پھٹنا کہہ لیں یا غیر معمولی قوت کی گھن گرج قرار دے لیں یا اچانک زمین کے پھٹنے کے نتیجہ میں ایک ہیبت ناک آواز تصور کر لیں۔ غرضیکہ اس "صیحۃ واحدۃ" کی جو شکل بھی چاہیں تجویز کر لیں۔ یہ اَمر تو بہرحال ہر انسان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس "صیحۃ" کا اونٹنی کی کونچیں کاٹنے سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں یعنی اس کے نتیجے میں یہ واقع رونما نہیں ہو سکتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو طبعی ذریعہ بھی حضرت صالحؑ کی قوم کی ہلاکت کے لئے تجویز ہوا وہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھا بلکہ ایک **غیر معمولی تقدیر**

تھی۔ جب تک قوم حضرت صالح کی اونٹنی کا پانی بند کرنے اور اس کی ایذا رسانی سے باز رہی اذنِ الٰہی کی تکمیل نے اس ہولناک حادثہ کو رونما ہونے سے سختی سے روکے رکھا لیکن جونہی اس اونٹنی کا پانی بند کیا گیا۔ اور کونچیں کاٹ دی گئیں تو قوانینِ طبعی کو اپنی جولانیاں دکھانے کی اجازت دے دی گئی۔

تیسری امتیازی علامت

تیسری علامت جو حادثاتِ طبعی کو عذابِ الٰہی سے ایک غیر معمولی امتیاز بخشتی ہے وہ یہ ہے کہ عذابِ الٰہی کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاتی کہ وہ کافروں کے ساتھ مومنوں کو بھی ہلاک کر دے بلکہ بلا استثناء ہر ایسے حادثے کے وقت مومن بچا لیئے جاتے ہیں اور منکرین ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ قرآن کریم میں بعض ایسے قومی عذابوں کا ذکر ملتا ہے جن کے نتیجہ میں منکرین کے ساتھ مومن بھی کسی قدر تکلیف اٹھاتے ہیں لیکن یہ عذاب ایک استثنائی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کا مقصد مختلف ہوتا ہے۔ ہم عذابوں کی جن اقسام پر بحث کر رہے ہیں یہ وہ عذاب ہیں جو مومن اور غیر مومن میں تفریق کے لئے آتے ہیں اور جن کے متعلق وقت کے انبیاء واضح الفاظ میں یہ خبر دے دیا کرتے ہیں کہ یہ خدا کے پاک بندوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ یہ ایک ایسا امتیاز ہے جس کا کوئی طبعی جواز نظر نہیں آتا۔ آخر کیوں ایک معمول کے مطابق ہونے والا حادثہ قوم کی بھاری اکثریت کو تو ہلاک کر دے لیکن چند لوگوں سے استثنائی سلوک کرتے ہوئے بغیر گزند پہنچائے پاس سے گزر جائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ قوم کے طاقتور اور دنیاوی سر و سامان سے متمتع غالب قوتوں والے حصہ کو تو ہلاک کر دے جس کے پاس حوادث سے بچنے کے زیادہ سے زیادہ ظاہری سامان موجود ہوتے ہیں لیکن چند کمزور اور ضعیف اور بے سر و سامان لوگوں کو گزند پہنچانے کی اسے کوئی قدرت حاصل نہ ہو۔

چوتھی امتیازی علامت

چوتھی علامت یہ ہوا کرتی ہے کہ عذابِ الٰہی کے بعد وہ نظریۂ حیات یا تو کلیتہً مٹا دیا جاتا ہے یا مغلوب کر دیا جاتا ہے جو عذابِ الٰہی سے پہلے طاقتور اور غالب ہوتا ہے اور وہ نظریۂ حیات جو عذابِ الٰہی سے پہلے نہایت کمزور اور مغلوب حالت میں پایا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے زندہ رہنے کے کوئی ظاہری سامان نظر نہیں آتے وہ عذابِ الٰہی کے بعد نہایت قوی اور غالب صورت میں تیزی کے ساتھ نشو و نما پانے لگتا ہے۔ حتےٰ کہ نظریات کے میدان میں کبھی تو ایسے تنہا عظیم فاتح کے طور پر دکھائی دیتا ہے۔ جس کا مدِ مقابل کلیتہً خاک میں مل چکا ہو اور کبھی ایسے فتحمند جرنیل کی شکل میں نظر آتا ہے جس کا حریف نہایت کمزوری اور ذلت کی حالت میں اس کے غلبہ کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو چکا ہو۔

جو اہلِ مذاہب مذہبی "تاریخ" کو تسلیم کرتے ہیں جو آسمانی صحیفوں میں ان کے لئے محفوظ کی گئی ان کے لئے تو مذکورہ امور ایک مسلّمہ حقیقت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو کسی مذہب سے وابستہ نہیں۔ یا

وابستہ ہونے کے باوجود دہریت اور لادینیت کا شکار ہیں وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مذکورہ بالا چاروں علامتیں تاریخ مذاہب سے حاصل کی گئی ہیں اور ہمیں اس تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک ان کی حیثیت دلائل کی نہیں محض دعاوی کی ہے لیکن ادنیٰ سے تدبّر سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ مذکورہ بالا دعاوی اپنے ساتھ ایسے دلائل اور شواہد بھی رکھتے ہیں جن کی کوئی لامذہب بھی تردید نہیں کر سکتا۔

میں اپنے مدّعا کی مزید وضاحت کے لئے ذیل میں چند امور قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں:۔

اوّل: دنیا کا کوئی لامذہب یا بے دین انسان اس تاریخی حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا کہ جب کبھی کسی نبی یا مصلح نے خدا تعالیٰ کی طرف سے اذن پاکر دنیا کو ہدایت کی طرف بلایا کوئی دنیاوی ذریعہ اس کے پاس ایسا نہ تھا جس سے وہ اپنے مخالفین پر غالب آسکتا۔ اس کے برعکس اس کے مخالفین کو ہر پہلو سے اس پر مکمل دنیاوی فوقیت حاصل تھی۔ کیا بلحاظ تعداد، کیا بلحاظ مال و دولت، کیا بلحاظ سیاسی قوت اور کیا بلحاظ اسباب جنگ، ہر پہلو سے وہ اس دعویدار کے مقابل پر اتنے طاقتور اور قوی تھے کہ ادنیٰ سی دنیاوی کوشش کے نتیجہ میں اُسے اور اس کے چند ماننے والوں کو ہلاک کر دینے کی پوری طاقت رکھتے تھے ایسے انبیاء اور مصلحین کی کمزوری کا کچھ تصور اس حقیقت سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ دنیاوی تاریخ کسی نبی کے ظہور کے واقعہ کو اپنے زمانے میں ایک ایسا معمولی واقعہ سمجھتی ہے جیسے کسی وسیع جھیل میں ایک بچّے کے ہاتھ سے پھینکی ہوئی کنکر سے کچھ لہریں پیدا ہوں حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں حضرت عیسیٰؑ کو اور واقعہ صلیب کو جو اہمیت حاصل تھی۔ اس کا آج جو ہم تصور باندھے ہوئے ہیں۔ اس عہد کے انسان کا تصور اس سے بالکل مختلف تھا۔ ہم چونکہ نسلاً بعد نسلٍ اس عظیم واقعہ کا ذکر سنتے آئے ہیں۔ اس لئے ہم خواہ مخواہ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کا دعویٰ اور بعد میں رونما ہونے والا واقعہ صلیب اس زمانے کے انسانوں کی نظر میں بھی کوئی بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ ہمارا یہ گمان ہرگز حقیقت پر مبنی نہیں۔ عظیم سلطنت روما کے ایک گوشے میں رونما ہونے والے اس واقعہ نے اس زمانے کے مؤرخین کی توجہ اس حد تک بھی اپنی طرف مبذول نہ کروائی کہ وہ اسے کوئی قابل ذکر بات سمجھ کر چند سطروں میں ہی اس کا ذکر محفوظ کر دیتے۔ چنانچہ رومن مؤرخین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک سو سال کے بعد تک بھی یسوع نام کے کسی نبی کے ظاہر ہونے کا ذکر نہیں کرتے اور گویا واقعۂ صلیب معمول کے مطابق ایک روزمرّہ کی قانونی کارروائی سے زیادہ اور کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ اس قسم کی کارروائیاں قومی تاریخ کے صفحات میں محفوظ کرنے کے لائق شمار نہیں کی جاتیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی تاریخی عظمت کا انحصار کلیتہً عیسائیت کے پھیلاؤ سے تھا۔ جُوں جُوں عیسائی قوم ترقی کرتی چلی گئی بعد میں آنے والے مؤرخین اس واقعہ کو پہلے سے بڑھ کر اہمیت دیتے چلے گئے مگر

عہدِ مسیح میں یقیناً سلطنتِ روما کے مقابل پر مسیح کی ظاہری حیثیت قابلِ ذکر نہ تھی کہ ان کا مرنا یا جینا سلطنت روما کے اہلکاروں کی نگاہ میں کوئی قابلِ اعتنا بات سمجھی جاتی

اسی طرح اس کائنات کا سب سے بڑا واقعہ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ فتح مکہ سے قبل تک اس زمانہ کے انسان کو ایک ایسا عام اور معمولی واقعہ نظر آتا تھا کہ جب تک مسلمانوں کے بعد کی فتوحات نے مشرق و مغرب میں زلازل برپا نہیں کیے اس وقت تک روم اور فارس کی سلطنتوں نے ظہور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خاص قابلِ اعتنا بات نہ سمجھا کسریٰ کی حکومت تو بہت جلد اسلام سے مغلوب ہو گئی۔ اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ ایرانی مورخین نے فتح مکہ سے قبل حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ذکر اپنی تاریخ کے صفحات میں محفوظ کیا یا نہیں۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد کے رومن مورخین کے متعلق ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ان کے ہاں کائنات کے اس عظیم ترین واقعہ کا کوئی ذکر تک نہیں ملتا۔

ایران کی عظیم مشرقی سلطنت کے بارہ میں بھی ان روایات کی روشنی میں جو اسلامی تاریخ کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہیں۔ یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں شہنشاہ ایران کے نزدیک یہ ایک بہت ہی معمولی واقعہ تھا۔ اس دور کے خسرو کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اس نے یمن کے گورنر کو یہ لکھا بھیجا تھا کہ سُنا ہے کہ مطابق کوئی اس قسم کا دعویدار عرب میں پیدا ہوا ہے اسے پکڑوا کر میرے دربار میں حاضر کرو۔ یمن کے گورنر کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اہمیت تھی۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے صرف دو کارندے اس غرض کیلئے مدینہ روانہ کیے کہ نعوذ باللہ سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر اس کے سامنے لائیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت کی دنیا نے ظہور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا اہمیت دی ہوگی۔

پس دنیا کا کوئی لامذہب بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ ہر نبی اپنے دعویٰ کے وقت کمزور ہی نہیں بلکہ اہل دنیا کو اتنا کمزور نظر آتا ہے کہ اس کا ہونا یا نہ ہونا گویا ان کے نزدیک برابر ہوتا ہے۔ آدم سے لے کر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تک بلا استثنا ہمیشہ یہی کہانی دہرائی گئی۔

دوم : اس کے بعد ہر لامذہب اور منکرِ دین کو اس حقیقت سے بھی انکار کی گنجائش نہیں کہ وہ عظیم سلطنتیں اور عظیم قومیں جو اپنے وقت کے نبی کو پرِ پشہ کی حیثیت بھی نہیں دیتی تھی۔ "حوادثِ زمانہ" (اہلِ مذہب کے نزدیک عذابِ الٰہی) کا شکار ہو گئیں۔ اور ان کی صف اس دنیا سے یکسر لپیٹ دی گئی اور ان کے مذاہب مٹ گئے اور ان کے نظریات فنا ہو گئے اور کچھ بھی ان کا باقی نہ رہا سوائے اس ذکر کے جو تاریخ کے صفحات میں پھیلا ہوا ہے لیکن وہ جن کا کچھ ذکر ان لوگوں کی تاریخ کے صفحات میں نہیں ملتا وہ ایسے ناقابلِ فہم معمہ بن کر ان سلطنتوں اور قوموں پر غالب

آگئیں وہ باقی رہے اور اس شان سے باقی رہے کہ ان کے نظریات ہی آج غالب نظریات کے طور پر زندہ موجود ہیں۔ ان کے مذاہب نے دنیا کے عظیم خطوں کو گھیر رکھا ہے یہاں تک کہ آج دنیا میں بسنے والے لوگوں کا غالب اکثریت وہ ہے جو کسی نہ کسی ایسے نبی، رشی یا اوتار کی طرف منسوب ہوتی ہے جو اپنے وقت کا کمزور ترین انسان تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان قوموں کے مٹنے کا باعث حوادثِ زمانہ تھے تو عقلاً ان کا اوّل شکار اس زمانے کے کمزور ترین انسان ہونے چاہئیں تھے نہ کہ انتہائی طاقتور اور حکمران قومیں ......؟ حوادثِ زمانہ کو یہ تمیز کہاں سے آئی کہ کمزور اور طاقتور میں ایسی تمیز کرے کہ کمزور کا معین و مددگار اور طاقتور کا جان لیوا دشمن بن جائے؟

سوم: ایک تیسری حقیقت جو اسی تعلق میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے اور کوئی لامذہب اور بے دین انسان اس کا بھی انکار نہیں کر سکتا وہ یہ ہے کہ وہ بستیاں جو زلازل کا شکار ہوئیں اور مسلسل چلنے والی آندھیوں کے نتیجہ میں تہہ بہ تہہ خاک کے تودوں کے نیچے دب کر تباہ ہو گئیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جو کسی نبی پر ایمان لانے والی جماعت پر مشتمل ہو بلکہ تمام بے دینوں اور منکروں کی بستیاں ہیں۔ جن کے آثارِ باقیہ آج بھی شرک و بدعت اور فسق و فجور کی داستانیں محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم ان بستیوں کا بار بار ذکر فرماتا ہے اور انسان کی توجہ بار بار اس حقیقت کی طرف مبذول کراتا ہے کہ قدیم سے جاری و ساری عظیم شاہراہوں پر ان بستیوں کو تلاش کرو تو تمہیں خاک کے عظیم تودوں تلے دبی ہوئی نظر آئیں گی اور تم دیکھو گے کہ ان میں وہ قومیں مدفون ہیں جو اپنے وقت کے انبیاء کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا عزم لے کر اٹھی تھیں۔ ان کے عزائم نہایت خطرناک اور ان کی قوت ناقابلِ دفاع تھی۔ اس وقت جبکہ بظاہر انبیاء اپنے غلبہ سے مایوس ہو گئے۔ تب اچانک اللہ تعالیٰ کی مدد ایک ایسے عذاب کی صورت میں آئی جو اچھے اور برے میں امتیاز کرنے والا تھا جسے خدا چاہتا تھا اسے نجات بخشتا تھا لیکن مجرم اس کی پکڑ سے بچ نہ سکتے تھے قرآن کریم اس کیفیت کا ذکر فرماتے ہوئے بیان کرتا ہے:۔

"حَتّٰۤی اِذَا اسۡتَیۡـَٔسَ الرُّسُلُ
وَ ظَنُّوۡۤا اَنَّہُمۡ قَدۡ کُذِبُوۡا
جَآءَہُمۡ نَصۡرُنَا ۙ فَنُجِّیَ
مَنۡ نَّشَآءُ ؕ وَ لَا یُرَدُّ
بَاۡسُنَا عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ۝"
(یوسف آیت ۱۱۱)

اور جب (ایک طرف تو) رسول (ان کی جانب سے) نا امید ہو گئے۔ اور (دوسری طرف) ان (منکروں کا یہ) پختہ خیال ہو گیا کہ ان سے (وحی کے نام سے) جھوٹی باتیں کہی جا رہی ہیں تو (اس وقت) ان (رسولوں) کے پاس ہماری مدد آ گئی اور جنہیں ہم

بچانا چاہتے تھے (انہیں) بچا لیا گیا
اور مجرم لوگوں سے ہمارا عذاب (ہرگز)
نہیں ہٹایا جاتا۔

یہ مدفون قومیں جن کے مدفن سے انسان لاعلمی اور غفلت کی حالت میں گزر جایا کرتا تھا۔ آج کے زمانے میں جبکہ زمین اپنے بوجھ اگل رہی ہے منظرِ عام پر ابھر رہی ہیں لیکن جس وقت قرآن کریم نے ان کا ذکر فرمایا تھا۔ اکثر انسان ان کے بارے میں لاعلمی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

پانچویں امتیازی علامت

پانچویں علامت جو عذاب الٰہی کو حوادث زمانہ سے الگ کرتی ہے اس کا ذکر قرآن کریم کی حسب ذیل آیت میں ملتا ہے:۔

"وَمَا نُرِيهِم مِّنْ آيَةٍ إِلَّا
هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا وَ
أَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُونَ ۝" (الزخرف آیت ۴۹)

ترجمہ: ہم ان کو جو نشان بھی دکھاتے تھے
وہ اپنے نشان سے بڑا ہوتا تھا اور
ہم نے ان کو عذاب میں مبتلا کر دیا تھا
تاکہ وہ (اپنی بداعمالیوں سے) لوٹ
جائیں۔ یعنی عذاب الٰہی میں ایک تدریج
اور ترتیب پائی جاتی ہے اور آخری
غلبے تک عذابوں کا سلسلہ سخت سے
سخت تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

گویا عذاب الٰہی کے مختلف مظاہر میں خفیف سے اشد کی طرف حرکت نظر آتی ہے۔ اگر عذاب کی شدت کا گراف بنایا جائے تو معمولی اتار چڑھاؤ کے باوجود عذاب کا عمومی رُخ شدید سے شدید تر کی طرف ہی نظر آئے گا۔ یہاں تک کہ اگر قوم پیغمبرِ وقت کے نظریات کو قبول نہ کرے اور اس کی ہلاکت مقدر ہو جائے تو عذاب کی آخری یورش سب سے شدید اور فیصلہ کن ہوتی ہے۔ حوادث زمانہ میں ایسی کوئی ترتیب نہیں پائی جاتی۔

چھٹی امتیازی علامت

عذاب الٰہی کی چھٹی امتیازی علامت یہ ہے کہ گو حوادث زمانہ انسان کی قلبی کیفیت سے متاثر انداز نہیں ہوتے اور وہ ان کیفیات سے بے نیاز اپنے دائرہ میں کارفرما رہتے ہیں لیکن عذاب الٰہی اس عہد کے انسانوں کی قلبی کیفیات سے ایک ایسا عجیب رشتہ رکھتا ہے اگر دلوں میں گزشتہ گناہوں پر ندامت اور پشیمانی پیدا ہو جائے اور طبیعتیں استغفار کی طرف مائل ہوں تو عذاب الٰہی ٹل جاتا ہے۔ قرآن کریم عذاب الٰہی کی اس امتیازی خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ
وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝"

(سورۃ انفال آیت ۳۴)

اللہ تعالیٰ انھیں ایسی حالت میں عذاب
نہیں دیتا کہ وہ استغفار کر رہے ہوں

گزشتہ انبیاء کی تاریخ میں حضرت یونس ؑ کے عہد کا واقعہ اس نوع کی ایک نمایاں مثال ہے۔ کہ عذابِ الٰہی کی خبر دیئے جانے کے باوجود جب قوم نے استغفار سے کام لیا تو یہ غیر متبدل سنت اللہ قوم اور عذابِ الٰہی کے درمیان حائل ہو گئی۔

سالویں امتیازی علامت

عذابِ الٰہی کا ایک اور امتیاز یہ ہے کہ عذاب اس وقت تک انتظار کرتا ہے جب تک نبی ہلاک ہونے والی بستی کو چھوڑ کر نہ چلا جائے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے :-

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ
وَاَنْتَ فِيْهِمْ"

(سورۃ انفال آیت ۳۴)

اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز عذاب نہیں
دے گا کہ تو ان کے اندر موجود ہو۔

ظاہر بات ہے کہ حوادث کسی کا انتظار نہیں کرتے۔ پس وہ حوادث جو کسی خاص وجود یا نیک لوگوں کی خاطر رکے رہیں اور اس بات کا انتظار کرتے رہیں کہ وہ ہلاک ہونے والی بستی کو چھوڑیں تو پھر یہ سرگرمِ عمل ہوں۔ مذہبی اصطلاح میں ایسے حوادث کو عذابِ الٰہی کہا جاتا ہے۔

اس جہت سے جب ہم اس سوال پر نظر ڈالتے ہیں کہ انبیاء اور ان کی قومیں کس طرح عذاب کے چنگل سے بچ گئیں تو اس کا ایک جواب یہ سامنے آتا ہے کہ یا تو وقت سے پہلے خبردار ہونے کی بناء پر انبیاء اپنے ساتھیوں کو لے کر ہلاک ہونے والی جگہوں کو چھوڑ چکے تھے یا خود ان کی قوموں نے انھیں اپنے آبائی وطنوں سے جلاوطن کر دیا تھا لیکن عذابِ الٰہی اس وقت آیا جب وہ ان بستیوں میں موجود نہ تھے۔

یہاں ضمناً اس اعتراض کا ذکر بھی لیے جاتا ہوگا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مخالفین کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ زلزلے کے وقت کیوں بستی کو چھوڑ کر باہر باغات میں خیمہ زن ہو گئے کم فہم معاندین بڑے تمسخر سے اس بات کا ذکر کرتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ قرآن کریم کی پیش کردہ تعلیم کی رو سے سنتِ انبیاء یہی چلی آئی ہے کہ عذاب کی خبر کے بعد اس سے بچنے کے ظاہری اسباب ضرور اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خود انھیں ہر قسم کی پیش بندی کا ارشاد فرماتا ہے یہ کبھی نہیں ہوا کہ عذابِ الٰہی کی خبریں کر انبیاء عین بیچ مقامِ عذاب کے ڈیرہ ڈال لیں۔

عذاب کی بعض قسمیں ایسی بھی ہوا کرتی ہیں جن سے بچنے کیلئے بظاہر کوئی ظاہری ذریعہ اختیار نہیں کیا جاتا لیکن اس کے باوجود وہ عذاب خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کو ہلاک کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اس نوعیت کے عذابوں کے متعلق چونکہ انبیاء کو پہلے سے مطلع کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جس حد تک انھیں احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا ارشاد فرماتا ہے اس سے بڑھ کر وہ کوئی تدبیر اختیار نہیں فرماتے

پھر بھی وہ دشمن جو ہر طرح کی تدابیر اختیار کرنے پر قادر ہوتا ہے وہ تو عذاب کی زد سے بچ نہیں سکتا لیکن انبیاء اور ان کے ساتھی بعض نامعلوم محرکات کی بنا پر اس کی پکڑ سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس کی مثالی تاریخ انبیاء میں حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں ملتی ہے جبکہ بنی اسرائیل کو صرف ایک احتیاطی تدبیر اختیار کرنے کا ارشاد ہوا۔ یعنی خمیر کھانے سے روک دیا گیا۔ اس کے سوا کوئی اور ایسی تدبیر اختیار نہیں کی گئی جس کا صحف سابقہ یا تاریخ میں ذکر ملتا ہو۔ فرعون کی قوم اس کے برعکس ہر قسم کی وبائی امراض کے مقابلہ کے لئے تمام معلوم ذرائع اختیار کرنے پر آزاد تھی لیکن جب بعض وبائی بیماریوں نے جن کا تعلق خون سے تھا ان کی قوم پر حملہ کیا تو حضرت موسیٰؑ کے ماننے والے انہی لوگوں میں رہنے کے باوجود ان بیماریوں سے بچ گئے اور فرعون کی قوم عموماً ان کا شکار ہو گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اس کی مثال طاعون کے عذاب کی شکل میں ملتی ہے جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

ایک اور اہم سوال

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آدمؑ کے مخالفین اگر صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے اور نوحؑ کے منکرین کا نشان باقی نہیں رکھا گیا اور موسیٰؑ کا مقابلہ کرنے والے اگر نیل کی موجوں کی نذر ہو گئے اور داؤدؑ کے دشمنوں کی صف اگر لپیٹ دی گئی اور عیسیٰؑ کے ماننے والوں کو بھی اس کے منکرین پر ایسا عظیم الشان غلبہ حاصل ہو گیا کہ وہ جو کبھی تعداد میں کم تھے وہ غالب اکثریت میں تبدیل ہو گئے اور وہ جو کبھی محکوم اور مظلوم تھے حاکم اور جابر بن گئے پھر کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو نبیوں کے سرتاج اور سردار اور خاتم المرسلین ہیں آپ کی تائید میں عذاب الٰہی نے وہ معجزات نہ دکھائے کہ جو گزشتہ انبیاء کی تائید میں دکھا چکا تھا اور کیوں آج تک آپ کو اپنے مخالفین پر اتنا غلبہ بھی نصیب نہیں ہو سکا جتنا حضرت عیسیٰؑ کے منکرین پر حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں کو واقعہ صلیب کے چند سو سال کے اندر نصیب ہو گیا؟

اس کے جواب میں پہلا قابل توجہ امر یہ ہے کہ قرآن کریم نے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ عذاب الٰہی کا مقصد بلا استثناء ہمیشہ یہی ہوا کرتا ہے کہ مخالف قوم کلیتہً مٹا دی جائے اگرچہ قرآن کریم بعض ایسی قوموں کا ذکر بھی کرتا ہے جن کے متعلق یہی فیصلہ ہو چکا تھا کہ ان کا نام و نشان مٹا دیا جائے لیکن اسے قاعدہ کلیہ کے طور پر پیش نہیں کرتا۔ ہاں اگر قاعدہ کلیہ ہے تو صرف یہ کہ عذاب الٰہی کے نتیجہ میں انبیاء کی جماعتوں کو اپنے مخالفین کی جماعتوں پر لازماً غلبہ نصیب ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات اس غلبہ کے بعد مخالف قوم کا ایک حصہ باقی رکھا جاتا ہے اور اس کے باقی رکھے جانے میں بھی ایک عذاب کا پہلو ملتا ہے۔ دنیا میں متعدد ایسی خانہ بدوش اور بادیہ پیما قومیں ملتی ہیں جو سخت ذلت اور رسوائی کی زندگی بسر کر رہی ہیں اگر ان کی تاریخ کا تتبع کیا جائے تو بعید نہیں کہ اس خطہ زمین

کہ کسی صاحبِ جلال نبی کے انکار کے نتیجہ میں ان کے ابتدائی مولد و مسکن پر لعنت کی گئی اور وہ اس قوم کے لیئے عبرت کا نشان بن کر پیچھے چھوڑ دی گئی ہوں۔ لیکن یہ کوئی تحقیق شدہ مسئلہ نہیں محض ایک امکان ہے جہاں تک ٹھوس تاریخی حقائق کا تعلق ہے قرآن کریم اس ضمن میں یہود کی مثال پیش کرتا ہے۔ چنانچہ یہود کا باقی رکھے جانا اس طرز عذاب کی ایک مثال ہے اور قرآن کریم کی پیشگوئی کے مطابق ان کی ذلت اور رسوائی کی کہانی کو قیامت تک زندہ رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ قرآن کریم اس ضمن میں فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی سے یہ خبر دے رکھی تھی کہ:۔

جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ
الْقِيٰمَةِ ۔ میں تیرے ماننے والوں
کو تیرے منکروں (یہود) پر قیامت تک
غالب رکھوں گا۔

یہ پیشگوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصال سے تین سو سال کے اندر نہایت شاندار رنگ میں پوری ہوگئی اور آج تک قرآن کریم کی صداقت پر ایک زندہ نشان بنی ہوئی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اناجیل یا عہد نامہ جدید میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ حالانکہ یہ ایک ایسی اہم اور شاندار پیشگوئی تھی کہ بائبل کو اول طور پر اس کا ذکر کرنا چاہیئے تھا تاہم بائبل خاموش رہی اور قرآن کریم نے اس کا ذکر فرما دیا اور اسی وقت سے لے کر آج تک دنیا کی تاریخ قرآن کریم کے اس بیان کی تصدیق کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہاں ضمناً یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عذابِ الٰہی کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ کسی قوم کو ذلت اور مغلوبیت کی حالت میں مغضوب علیہم بنا کر تا قیامت زندہ رکھا جائے۔

پھر ایک ضمنی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عہدِ حاضر میں ایک مسلمان علاقے میں یہود کو غلبہ کیوں نصیب ہوا اور کیوں عالمِ اسلام کے عین وسط میں ان کو ایک ظالمانہ حکومت قائم کرنے کی توفیق ملی؟ اس سوال پر تفصیلی بحث کا تو یہ موقعہ نہیں البتہ اشارۃً یہ کہنا کافی ہوگا کہ قرآن کریم میں پہلے ہی سے اس عارضی غلبے کی بھی پیشگوئی موجود ہے اور اس کا ایک مقصد یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہود پر اور اہلِ دنیا پر یہ بات روشن کر دی جائے کہ اس قوم کو قیامت تک مغضوب علیہم بنانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ظلم اور تعدی کا فیصلہ نہیں تھا بلکہ یہ قوم اپنی سرشت کے لحاظ سے اس حد تک بگڑ چکی ہے اور ان کے دل ایسے سخت ہو چکے ہیں کہ اگر انہیں کبھی غلبہ نصیب ہو تو انتہائی ظلم اور سفاکی پر اتر آئیں گے۔ لہٰذا یہ اس قابل نہیں رہے کہ انہیں کبھی دنیا کی سرداری بخشی جائے۔

اب ہم اصل سوال کی طرف واپس آتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین پر کیوں ایسا عذابِ الٰہی نازل نہیں ہوا جو ان کو کلیتہً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے مقابل پر مغلوب کر دیتا۔ اگر آپ تمام بنی نوعِ انسان کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے تو محض عرب قوم پر غلبہ عقل کو مطمئن نہیں کر سکتا۔ آج

جبکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کو چودہ سو برس ہونے کو آئے حالت یہ ہے کہ دوسری قومیں تو الگ رہیں صرف عیسائیوں کے مقابل پر بھی مسلمان ہر لحاظ سے مغلوب نظر آتے ہیں۔ آج عیسائیوں کو ان پر عددی اکثریت بھی حاصل ہے۔ اموال کا غلبہ بھی نصیب ہے، سیاسی غلبہ بھی نصیب ہے اور عسکری قوت کا غلبہ بھی نصیب ہے۔ اسی طرح علمی تمدنی اور معاشرتی طور پر بھی دنیا میں عیسائی قومیں غالب اور مسلمان اقوام مغلوب دکھائی دے رہی ہیں۔

اس سوال پر غور کرتے ہوئے سب سے پہلے اس مسئلہ کو حل کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کو جو غلبہ کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ اس کی مدت کیا ہونی چاہیئے۔ جب تک یہ طے نہ ہو جائے کہ کتنے عرصے میں غلبہ ہونا چاہیئے اس وقت تک اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں دیا جا سکتا۔ اس پہلو سے جب ہم انبیائے گزشتہ کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اگرچہ غلبہ ایک آخری اور قطعی نتیجہ کے طور پر واضح طور پر دکھائی دیتا ہے لیکن کوئی معیّن مدت ایسی نظر نہیں آتی جو اس بارہ میں رہنما اصول کا کام دے سکے۔ عیسائیت کے غلبے کو ہی لیجئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دعوے کے بعد تقریباً تین سو سال تک عیسائیت ایک ابھرتی ڈوبتی اور پھر ڈوبتی اور ابھرتی ہوئی ناؤ کی طرح دکھائی دیتی ہے جس کا مستقبل غیر یقینی نظر آتا ہے۔ ایسے ایسے ادوار بھی عیسائیت پر آئے کہ قوی اور ظالم دشمن سے بظاہر کلیۃً مغلوب ہو کر عیسائیوں کو زیر زمین غاروں میں پناہ لینی پڑی۔ اصحاب کہف کی یادگار وہ غاریں آج بھی یورپ میں موجود ہیں جن کا زیرِ زمین سلسلہ میل ہا میل تک پھیلا ہوا ہے جنہیں کیٹا کوم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کے راستے اتنے پیچیدہ اور اندھیرے ہیں کہ آج کے جدید روشنی کے سامانوں کے باوجود بڑی احتیاط کے ساتھ قافلوں کی صورت میں زائرین راستہ دکھانے والوں کے پیچھے چل کر معائنہ کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود کئی زائرین راستہ بھٹک کر ان پیچ در پیچ ظلماتی راستوں کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن یہی ظلماتی راہیں کبھی موحد اور مظلوم عیسائیوں کے نور سے روشن تھیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے بالائے زمین خطرات کو ان زیر زمین خطرات سے بہت زیادہ بھیانک پایا اور بسا اوقات سالہا سال کا عرصہ انہی غاروں میں بسر کر دیا لیکن یہ پسند نہ کیا کہ قوی دشمن کے خوف سے اپنے دین کو تبدیل کر دیں۔ سطح زمین پر جیسے جیسے روش تاریخ کروٹیں بدلتی رہی ویسے ویسے ہی یہ عیسائی اقوام کبھی باہر نکل کر کھلے آسمان تلے دم لے لیتیں۔ اور کبھی پھر غاروں میں پناہ گزیں ہو کر ایک نیم خوابیدہ سی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتیں۔ یہ دور اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ عذاب کی مختلف شکلوں نے پے در پے صدمے پہنچا کر عظیم سلطنت روما کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور آخر دنیا نے یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھا کہ عیسائیت ان غاروں سے نکل کر ترقی کے بلند و بالا ایوانوں کی زینت بن گئی اور آج ان اقوام کی تعمیر کردہ سر بفلک عمارتیں آسمان سے باتیں کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ غیر معمولی بلندی کی وجہ سے

انہیں سکائی سکریپرز کا نام دیا گیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی یہ عجیب شان ہے کہ وہ لوگ جو کبھی خدا تعالیٰ کے پیغام کے لئے سطح زمین پر نہیں رہ سکتے تھے اور بالائے زمین کھلی فضا میں رہنے کی بجائے انہوں نے محض خدا کی خاطر زیر زمین گہری تنگ و تاریک غاروں میں رہنا پسند کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ظاہری رفعتیں بھی ایسی عطا کیں کہ ان کی عمارتیں ہی نہیں وہ خود بھی آسمان سے باتیں کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی ان کے قدم چاند کی سرزمین کو روندتے ہیں اور کبھی ان کے راکٹس مارس کی بلندیوں کو سر کر لیتے ہیں۔ پس جہاں تک واقعات کا تعلق ہے گو سر دنیاوی معیار کے لحاظ سے یہ بات ناقابل فہم اور ناممکن دکھائی دیتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے بعد تین صدیوں کے کمزور عیسائی کسی وقت دنیا پر ایک عظیم غلبہ حاصل کر لیں گے اور سماء الدنیا پر پرواز کرتے ہوئے دکھائی دیں گے لیکن واقعات اس ناممکن تصور کو ممکن بنا کر دکھا رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا اور اگر غیر قومیں ان کے پیغام کو بزور شمشیر دبانے کی کوشش نہ کرتیں تو ممکن ہے کہ عیسائیت محض بنی اسرائیل تک محدود رہتی ہوئے اس کے اپنے ترقی کے سفر کے دوران اپنے دائیں بائیں وقتاً فوقتاً کچھ پگڈنڈیاں بنا لیتی لیکن لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ کے الٰہی قانون کے تحت غیر قوموں نے ٹکر لی ہے تو وہ خائب و خاسر ہو کر کلیتہً مغلوب یعنی پر مجبور کر دی گئیں۔ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں اور یہ حقیقت اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے اور یہ عہد نامہ جدید سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ عیسائیت ایک محدود قوم اور ایک خاص نسل کیلئے ایک معین وقت تک پیغام حیات مقرر کی گئی تھی اور اس کا مشن فی ذاتہٖ کبھی بھی عالمی مشن مقرر نہیں ہوا۔ چنانچہ عہد نامہ جدید میں اشارۃً بھی اس بات کا ذکر نہیں ملتا کہ حضرت مسیحؑ کا پیغام کل عالم اور ہر زمانہ کیلئے تھا۔

پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر رسولاً الٰی بنی اسرائیل کو غلبہ کے لئے تین سو سال درکار تھے بلکہ تین سو سال کے بعد بھی غلبہ کامل نہیں ہوا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ غلبے کی تکمیل کے سامان پیدا ہو گئے تو وہ رسولؐ جس کا دعویٰ ہی یہ ہو۔ یَاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ کہ اے بنی نوع انسان! میں تم سب کے لئے خواہ مشرق میں بسنے والے ہو یا مغرب میں، سفید قوموں سے تعلق رکھتے ہو یا سرخ یا گندم گوں یا زرد یا سیاہ فام۔ میں تم سب کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اتنے بڑے اور عظیم الشان مقصد کے حصول کے لئے اور اس عظیم پیغام کے تمام دنیا پر کلیتہً غالب آنے کے لئے تین سو سال کے مقابلہ پر یقیناً ایک زیادہ لمبا زمانہ مقرر ہونا چاہیئے۔ قرآن و حدیث کی طرف جب ہم رہنمائی کے لئے رجوع کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا غلبہ دو ادوار میں منقسم کر دیا گیا ہے۔ پہلا دور یعنی اسلام کے اولین غلبہ کا دور شانِ محمدی سے تعلق رکھتا ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت

سے لے کر اس وقت تک ممتد ہے جب اسلام کے لئے یہ مقدّر تھا کہ اس کے غلبے کی پہلی رَو رُک کر مائل بہ انحطاط ہو جائے گی اور اسلام کو ایسے خطرناک ایام کا منہ دیکھنا پڑے گا جو دنوں کی نسبت راتوں کے زیادہ مشابہ ہوں اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی خاص قدرت اور جلوہ نمائی کے ساتھ پھر فضل عظیم لے کر آئے گا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ پھر اپنی ظلّی شان میں آخرین[1] میں مبعوث کرے گا۔ تاکہ آپ کے نقشِ قدم پر قدم بقدم چلنے والا مہدی[2] دوبارہ ان کے دلوں کو ایمان سے منور کر دے اور اگر ایمان ثریّا[2] تک بھی اٹھ چکا ہو تو ثریّا سے اتار کر اس کی شمعیں مسلمانوں کے سینوں میں روشن کر دے۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ انکشاف فرمایا کہ اسلام کو دوسرے تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے گا۔ تو ایک صحابی رضی کے سوال پر کہ ایسا کب ہوگا؟ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ اس وقت ہوگا جب مسیح[3] نازل ہوگا وہ صلیب کو توڑ دے گا۔ خنزیر کو قتل کرے گا اور حَکَم اور عَدَل بن کر (قوموں، مذاہب اور فرقوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے) آئے گا۔ مندرجہ بالا کی روشنی میں یہ صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ مکمل غلبہ سے قبل ہی اسلام کا رو بہ تنزّل ہو جانا کوئی ایسی علامت نہیں جو اسلام کی آخری شکست اور ناکامی کی غمازی کر رہی ہو بلکہ یہ ایک درمیانی کیفیت ہے جس کا غلبہ سے پہلے ظاہر ہونا شروع ہی سے مقدر تھا جس طرح پہلی قوموں پر اونچ نیچ کے حالات آتے رہے لیکن آخری اور قطعی اور اٹل فیصلہ پر اثر انداز نہ ہو سکے اسی طرح اسلام پر انحطاط کا یہ دور خواہ کیسا ہی ہولناک نظر کیوں نہ آئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چودہ سو سال قبل پیشگوئیوں کے مطابق ایک عارضی کیفیت سے بڑھ کر کوئی اور معنیٰ نہیں رکھتا اس کا دور ہو جانا ایک اٹل تقدیر ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔ پس پہلے ہی سے یہ خبر دے دی گئی تھی کہ اس وقت جب آخرین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلّی بعثت کا وقت آئے گا تو مسلمان کو دوبارہ مسلمان بنایا جائے گا۔ اور عیسائیت پر اسلام کی یورش کا آغاز ایک ایسے فتح نصیب جرنیل کی قیادت میں کیا جائے گا۔ جو مسیح کا نام پا کر جھوٹے صلیبی مذہب کے دلائل کو پارہ پارہ کر دے گا اور مغربی تہذیب کا قلع قمع کرے گا۔ جب ان پیشگوئیوں کی طرف نظر اٹھتی ہے تو دل اس بات پر مطمئن ہو جاتا ہے کہ جب انحطاط کی خبر لفظاً لفظاً اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ پوری ہو گئی۔ تو بلاشبہ ادیانِ عالم پر ایک عالمی اور کامل غلبہ کی خوشخبری بھی اس کے بعد جلد پوری ہونے والی ہے۔ ایک انگریزی شاعر نے اس مضمون کو ایک مصرعے میں یوں بیان کیا ہے کہ

---

[1] سورۃ الجمعہ آیت ۳-۴

[2] بخاری کتاب التفسیر سورہ الجمعہ ص ۷۲۷/۲

[3] ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال ص ۵۹۴/۲۔ مسند احمد بن حنبل ۴۳۷/۲

"If winter comes,
can spring be far
behind."

یعنی اگر خزاں آگئی ہے تو بہار آنے میں
بھلا کیا دیر ہو گی۔

پس جس مخبر صادق نے خزاں کے آنے کی خبر دی تھی اس نے بعد میں آنے والی بہار کی بھی تو خوشخبری دی ہے پھر جیسے خزاں کی خبر پوری ہو گئی ویسے بہار کی بھی خبر بہر حال پوری ہو کر رہے گی۔ ؏

قضائے آسمان است این بہر حالت شود پیدا

مذکورہ بالا بحث سے اگرچہ قارئین کو یہ تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ عیسائیت کے تین سو سال کے مقابل پر اسلام کو اپنے مشن کی تکمیل کے لئے اور تمام ادیان پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے کتنی مدت درکار ہے لیکن یہ امر تو بخوبی روشن ہو چکا ہو گا کہ اس مدت کا تعلق امام مہدیؑ اور مسیح موعودؑ کے ظہور سے ضرور ہے اور امام مہدیؑ اور مسیح موعودؑ کے ظہور کا واقعہ ایک عظیم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے یعنی ایک ایسے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے جو اس موڑ پر نصب ہے جہاں سے رفعتوں سے اتر کر تنزل کی طرف جانے والی ایک راہ نے دفعتاً ایک بلند ہوتی ہوئی شاہراہ میں تبدیل ہو جانا تھا۔ دوسروں کے لئے یعنی ان کے لئے جو مسلمان تو ہیں مگر جماعت احمدیہ سے تعلق نہیں رکھتے یہ مدت غیر معین چلتی چلی آ رہی ہے۔ لیکن احمدی جو ایک ایسے دعویدار پر ایمان لے آئے ہیں جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل غلامی میں مہدی زمانؑ اور مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ کیا ان کے لئے یہ مدت واضح طور پر معین ہو کر سامنے آ چکی ہے اور ان کے نزدیک ظہورِ اسلام کے بعد چودھویں صدی اسلام کے عالمگیر غلبہ کی تیاری کی صدی ہے۔

اصل مضمون کی طرف واپس آتے ہوئے ایک دفعہ پھر ہم اس سوال کو لیتے ہیں کہ کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین پر یعنی دنیا کے تمام ادیان غیر پر آج تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو غلبہ حاصل نہیں ہوا اور کیوں اس کے باوجود عذاب الٰہی نے انکار کرنے والی قوموں کو ہلاک کر کے ان کا نشان دنیا سے مٹا نہیں دیا؟

اس سوال کے دو حصے ہیں اوّل یہ اسلام کو کیوں دورِ اوّل ہی میں مکمل غلبہ نصیب نہیں ہوا۔ اس کا ایک جواب تو پہلے گزر چکا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی علاقائی یا قومی نبی نہیں تھے بلکہ آپ کا پیغام تمام دنیا کے لئے تھا اور تمام بنی نوع انسان کو دینِ واحد پر جمع کرنا آپ کا مقصود تھا۔ اس لحاظ سے کامل غلبہ اسی وقت مقدر ہو سکتا ہے جب دنیا کے ایک ہاتھ پر جمع ہونے کے ظاہری اسباب بھی مہیا ہو چکے ہوں۔ طلوعِ اسلام کے وقت ابھی یہ سامان مہیا نہ تھے بلکہ خطۂ ارض کا ایک وسیع حصہ جسے ہم نئی دنیا کہتے ہیں ابھی تک دریافت نہیں ہوا تھا۔ اس وقت اگر ایک معلوم دنیا پر کامل غلبہ ہو ہی جاتا تو قریباً آدھی دنیا ایسی پڑی رہ جاتی

جو اسلام کے نور سے نا آشنا رہتی۔ اس کے علاوہ اس زمانہ میں مواصلات اور باہمی روابط کے ایسے ذرائع ابھی ظاہر نہیں ہوئے تھے جن کے نتیجہ میں تمام انسانوں کو ایک عالمی برادری کی صورت میں جمع کیا جا سکتا۔ ان امور کے پیش نظر یقیناً غلبہ آخر کو اس وقت تک انتظار کرنا چاہیئے تھا جب کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق فاصلوں کی دوری مٹ جاتی اور پہاڑوں، بیابانوں اور وسیع سمندروں کی قدرتی فصیلیں عملاً اس طرح زائل ہو جاتیں کہ بین الاقوامی روابط کی راہ میں حائل نہ ہو سکتیں اس پہلو سے جب ہم قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں بکثرت ایسی پیشگوئیوں کا ذکر پاتے ہیں جن میں انسان کی دورِ آخر کی ترقیات کا ذکر پایا جاتا ہے کہیں تیز رفتار سواریوں کا ذکر ملتا ہے کہیں انسانوں کے باہم ایک دوسرے کے ساتھ مل جانے کا تذکرہ ہے کہیں کتب اور رسائل کی کثرتِ اشاعت کی پیشگوئی کی گئی ہے جس کے ذریعہ انسان ایک دوسرے کو بآسانی خیالات اور نظریات پہنچا سکتا ہے پھر ایسی پیشگوئیاں بھی موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بعض ایسے سمندر آپس میں ملا دیئے جائیں گے جن کے درمیان نزولِ قرآن کے وقت خشکی کی دیوار حائل تھی۔ ان پیشگوئیوں پر غور کرتے ہوئے انسان طبعاً یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ غلبہ آخر کے وقت سے قبل یہ علامات ظاہر ہو چکی ہوں گی یا اس دور میں تیزی کے ساتھ ترقی پذیر ہوں گی۔ پس جب بھی انسان ان علامات کو ظاہر ہوتے دیکھے طبعاً اسے توقع رکھنی چاہیئے کہ اس امام کا ظہور بھی نزدیک ہے جس نے ادیانِ باطلہ پر اسلام کو غالب کرنے کی آخری تحریک چلانی تھی۔

سوال کے دوسرے حصے کا تعلق اس بات سے تھا کہ اگر مکمل غلبہ نصیب نہیں ہو سکا تو عذاب الٰہی نے کیوں مخالف قوموں کو نابود کر دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر غلبہ کے دو ادوار مقدر تھے جیسا کہ اوپر کی بحث سے ظاہر ہے تو عذاب الٰہی کے بھی دو ہی ادوار مقدر ہونے چاہئیں تھے ایک دورِ اوّل اور ایک دورِ آخر۔ عقل اس بات کو ایک لحظہ کے لئے بھی قبول نہیں کر سکتی کہ آخری غلبہ تو کسی بعد کے زمانے کے لئے مقدر ہو لیکن عذاب الٰہی اس زمانہ کا انتظار کئے بغیر قوموں کی صف لپیٹ دے۔ پس اگر غلبہ اس عہدِ آخر میں مقدر ہے تو عذاب الٰہی کا ایک دور بھی اس آخری زمانہ سے منسلک ہونا چاہیئے۔ قرآن کریم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اور متعدد آیات اس طرف دلالت کرتی ہوئی نظر آتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین پر آخری حجت پوری کرنے کے لئے بہت سے نشانات اور عذاب مقدر ہیں جن میں سے بعض کا تعلق آگ سے ہے اور بعض زلزلوں سے مشابہت رکھتے ہیں اور بعض اپنی وسعت اور قوت میں ایسے عظیم الشان ہوں گے جو پہاڑوں کی طرح بڑی بڑی عظیم الشان اور قوی ہیکل قوموں کو آنِ واحد میں ملیا میٹ کر دیں گے اور ان کی عظمتیں خاک میں مل جائیں گی۔ یہاں تک کہ یا تو وہ ایمان لانے پر مجبور ہوں گے یا عملاً اس دنیا سے نابود کر دیئے

جائیں گے۔ غرضیکہ وہ روکیں جو ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت سے محروم رکھے ہوئے تھیں، وہ راہ سے ہٹ جائیں گی۔ سورۃ طٰہٰ میں اس نوعیت کے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ان قوموں کو تمثیلی زبان میں پہاڑ قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ
فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ○
فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ○
لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّ لَا
اَمْتًا ○ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ
الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ج وَ
خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ
فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ○

ترجمہ: وہ تجھ سے پہاڑوں کے متعلق پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ میرا رب اُن کو اکھاڑ کر پھینک دے گا اور ان کو ایک ایسے چٹیل میدان کی صورت میں چھوڑ دے گا کہ نہ تو تُو اس میں کوئی موڑ دیکھے گا اور نہ کوئی اونچائی۔ اس دن لوگ پکارنے والے کے پیچھے چل پڑیں گے جس کی تعلیم میں کوئی کجی نہ ہوگی اور رحمٰن (خدا کی آواز) کے مقابلہ میں (انسانوں کی) آوازیں دب جائیں گی پس تو سوائے کھسر پھسر کے کچھ نہ سنے گا۔

اس آیت کے مضمون کا تعلق قیامتِ کبریٰ اور اُخروی دنیا کے واقعات سے نہیں بلکہ اسی دنیا کے واقعات سے ہے اگر یہ مراد لی جائے کہ پہاڑوں کا مٹایا جانا اس وقت ہوگا جبکہ ظاہری قیامت آ جائے گی اور دنیا کی ہر چیز صفحۂ ہستی سے معدوم ہو جائے گی تو يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ کے کوئی معنی نہیں بنتے کیونکہ اس دن اہلِ دنیا ایسے بلانے والے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کرنی شروع کر دیں گے جس کے کردار میں اور جس کی تعلیم میں کوئی کجی نہیں۔ ظاہری بات ہے کہ جس وقت ظاہری پہاڑ اڑائے جا رہے ہوں گے اور ظاہری زمین چٹیل بنائی جا رہی ہوگی۔ اس وقت بھلا انسان کس شمار میں ہوگا کہ وہ اس قیامت کے درمیان نہ صرف زندہ رہے بلکہ روزمرہ کے معمول کے مطابق اپنے سیاہ و سفید کا مالک ہو اور جس دین کو چاہے ردّ کر دے اور جس دین کو چاہے اختیار کرے۔

پس يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ کے مضمون نے واضح کر دیا کہ جن پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کیا جانا تھا وہ کوئی ظاہری پہاڑ نہیں بلکہ اسلام کی راہ میں حائل وہ عظیم قومیں ہیں جو پہاڑوں کی طرح قوی ہیکل اور مستحکم نظر آئیں گی اور اسلام کی راہ روکے کھڑی ہونگی۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ بھی پہاڑوں کا ذکر تمثیل کے طور پر آتا ہے لیکن یہاں اس کی تفصیلی بحث کا موقعہ نہیں۔ بہرحال ایک بات تو واضح ہے کہ جن پہاڑوں کے ملیا میٹ کئے جانے کا ذکر

ہے ان کے ساتھ اشاعتِ اسلام کا براہِ راست تعلق ہے اس وقت عالمِ اسلام زبانِ حال سے یہ سوال کر رہا ہوگا کہ ان پہاڑوں کا کیا بنے گا اور کیسے اسلام ان عظیم قوموں پر غالب آئے گا جو اپنی کثرت کے لحاظ سے بھی مسلمانوں پر غالب ہیں، ساز و سامان اور شوکت کے لحاظ سے بھی، دولت کے لحاظ سے بھی اور علمی اور سیاسی برتری کے لحاظ سے بھی۔ پس آج جبکہ ہر حال میں مسلمان ان کا دستِ نگر ہو چکا ہے یہاں تک کہ ان کی گندی اور [illegible] تہذیب کو بھی اپنائے چلا جا رہا ہے تو کیسے اسلام اور اسلامی اقدار ان عظیم قوتوں پر غالب آئیں گی۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اے میرے رسول! ان سے کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ ان پہاڑوں جیسی سربلند اور مغرور قوموں کو خاک میں ملا دے گا اور ان کے تکبر کی گردنیں توڑ دے گا اور ریزہ ریزہ کرکے چٹیل میدان کی طرح زمین کے ساتھ ہموار کر دی جائیں گی۔ تب عاجزی اور انکساری کے اس مقام پر اترنے کے بعد وہ اس لائق ہوں گی کہ تیری پیروی کریں یعنی تیری اس تعلیم کی پیروی کریں جس میں کوئی خم اور کجی نہیں۔

قرآن کریم میں اور بھی بہت سے مقامات پر جن کا پہلے بھی ذکر گزر چکا ہے ایسے عذابوں کا اشارہ ملتا ہے جن کا دورِ آخر سے تعلق ہے لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب چودہ سو سال کے عرصے میں جب دنیا ان خبروں کو بھلا بیٹھی اور صدیوں پہلے کی تنبیہات نقش کالعدم کی طرح انسانی ذہنوں سے مٹ چکی ہیں تو پھر کیا اللہ تعالیٰ کا عذاب بغیر کسی تنبیہ کے زمانے کو آ پکڑے گا؟ اس سوال کا جواب بھی عملاً اوپر گزر چکا ہے اور یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ عذابِ الٰہی کے نئے دور سے پہلے اس امام کا ظہور مقدر تھا جس نے از سرِ نو دنیا کو آنے والے خطرے وقت سے خبردار کر دینا تھا۔

یہ خبر کس طرح دی اور آنے والے عذاب کی کیا تفاصیل بیان کیں اور کس حد تک یہ خبریں پوری ہو چکی ہیں اور کس حد تک پورا ہونا ابھی باقی ہیں۔ یہ وہ امور ہیں جن پر ہم آئندہ قسط میں بحث کریں گے۔

جماعت احمدیہ کا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا کے موجودہ بے پناہ مصائب اور تکالیف کا یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ کوئی عام روزمرہ کے واقعات کی زنجیر نہیں بلکہ عذابِ الٰہی کی حیثیت رکھتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے ہی سے ان امور کے متعلق باخبر کر دیا تھا اور بڑی وضاحت اور [illegible] کے ذریعے اہلِ دنیا کو متنبہ کر دیا تھا [illegible] کا دور شروع ہو چکا ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امن بخش تعلیم کے سامنے دنیا نے سرِ تسلیم خم نہ کیا تو اللہ تعالیٰ پے در پے عذابوں سے اس دنیا کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر خوابِ غفلت سے بیدار کرے گا۔ یہ سلسلہ جاری رہے گا اور ختم نہ ہوگا جب تک کہ اسلام کو آخری اور قطعی عالمگیر غلبہ نصیب نہ ہو جائے۔

آیئے ہم اس مضمون کے مختلف حصوں کا جائزہ لیں کہ بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنے مشن کو کس طرح پورا فرمایا اور اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مشن پر مامور تھے۔ (باقی آئندہ)

حضرت مسیح ناصریؑ کنعان سے ہندوستان تک

ایک اہم سوال کا جواب

از جناب شیخ عبدالقادر صاحب محقق لاہور

پاکستان ٹائمز میں ایک دفعہ ایڈیٹر کے نام خطوط کے کالم میں ایک دلچسپ بحث کا آغاز ہوا تھا۔ موضوع تھا۔ Jesus in Kashmir

بحث کی ابتدا جناب جوشوا افضل دین کے ایک خط سے ہوئی۔ اور اختتام جناب عزیز کے مکتوب پر۔ عیسائیوں کے نمائندہ آنجہانی جوشوا افضل دین نے پاکستان ٹائمز میں جماعت احمدیہ کے نظریہ "مسیح ہندوستان میں" کے بارے میں ایک اہم سوال اٹھایا تھا کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی زندگی کے کم و بیش اسی سال شمالی مغربی ہندوستان میں بسر کئے تھے تو ان کی انجیل کہاں گئی؟ ان کی امت کیا ہوئی؟ مشرق میں ان کی تعلیمات مفقود ہو کے سے ناپید ہو گئیں تو کیوں؟ اس کا جواب اس وقت دے دیا گیا تھا۔ لیکن نئی تحقیقات کے پیش نظر آج پھر یہ بتانا ہے کہ ہندوستان سے عیسائیت کیوں ناپید ہو گئی؟

اس سوال کا جواب دور حاضر کے عیسائی علماء نے خود دے دیا ہے۔ پادری برکت اللہ صاحب ایم اے نے تاریخ کلیسیائے ہند پر چار کتابیں لکھی ہیں جن میں انہوں نے آثار قدیمہ، عیسائی لٹریچر اور مستند عمائد نصاریٰ کے حوالہ سے ثابت کیا ہے کہ قرن اول میں توما حواری ہندوستان آئے تھے۔ انہوں نے ٹیکسلا میں ہند پارتھی بادشاہ گنڈوفرس کو عیسائیت کا عقیدت مند بنا لیا۔ نتیجۃً ٹیکسلا عیسائیت کا مرکز بن گیا۔ کشانوں کے حملوں میں یہاں کے عیسائی ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں منتقل ہو گئے۔ توما حواری خود جنوبی ہند چلے گئے۔ توما کا مزار اور ان کے عیسائی مالابار میں آج بھی موجود ہیں۔ دوسری صدی میں سکندریہ کا ایک عیسائی عالم ہند میں آیا۔ وہ حیران ہو گیا کہ یہاں انجیل متی حضرت مسیح علیہ السلام کی مادری زبان یعنی آرامی میں موجود ہے۔ دوسری صدی میں نسطوری مبلغین ہندوستان

میں وارد ہونا شروع ہوئے ان کی تبلیغی مساعی سے لاکھوں آدمی عیسائیت کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ عیسائیت کی وسیع تر اشاعت کے باعث، بدھ مذہب میں ایک نئی زندگی اور روحانی تحریک پیدا ہوئی جس کا نام مہایانہ مکتب فکر ہے اس تحریک نے حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک بدھ کے طور پر اپنا لیا۔ ان کی بعض تعلیمات کو اپنے سوتروں میں شامل کر لیا۔ ان کے معجزات اور حالات زندگی کو بدھ کی طرف منسوب کر دیا۔ جیسے بدھ مذہب شمال مغربی ہند سے معدوم ہو گیا کچھ اسی قسم کے حالات اور حادثات عیسائیت کے ساتھ پیش آئے اور عیسائیت یہاں سے دوسرے بلاد میں منتقل ہو گئی۔

پادری برکت اللہ صاحب ایم اے نے ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات بدھا در ہندو لٹریچر میں بھی ملتی ہیں۔ اور آپ کی زندگی کے بعض واقعات بدھ اور کرشن کی طرف منسوب ہیں۔ یہاں تک کہ گیتا میں بھی آپ کی تعلیمات کی جھلک موجود ہے چونکہ گیتا موجودہ صورت میں قرن اول کے بعد ترتیب دی گئی۔ گویا جس طرح شاعر مشرق نے کہا ہے ؎

اڑالی قمریوں نے طوطیوں نے عندلیبوں نے

چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرز فغاں میری

اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی اور ان کی تعلیمات نو دیان مذاہب ہند کی طرف منسوب ہیں۔ اصل شخصیت غائب اور دوسرے وجود نمایاں ہو گئے۔

یہ تحقیق سینکڑوں صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ دلچسپ و یادلیں ہے قطع نظر اس کا ایک حصہ قابل قدر ہے۔ اس میں صرف اتنا اضافہ مقصود ہے کہ توما اکیلے نہیں آئے تھے بلکہ جیسا کہ دوسری صدی کی کتاب "اعمال توما" کے بین السطور سے معلوم ہوتا ہے مریم اور ابن مریم بھی آئے تھے۔ اعمال توما آج محرفہ صورت میں ہے پھر بھی اس میں معنی خیز اشارات موجود ہیں۔ مثلاً دور مشرق میں کوہ ورقان کی بلندیوں پر خدا تعالیٰ، اس کے ایک فرستادہ اور خاتون مشرق کی روحانی ازشاہت کا استعارۃً ذکر ہے۔ ورقان سامی الاصل نام ہے اس کا مادہ ورق ہے معنے سرسبز و شاداب کے ہیں۔

اعمال توما میں لکھا ہے کہ یہ نظم ٹیکسلا کے عیسائی پڑھا کرتے تھے۔ بھوش پران میں تو صاف لفظوں میں ہے کہ جب عیسیٰ مسیحؑ کی قوم نے انھیں دکھ دیا تو وہ ہجرت کر کے ہمالہ دلیش میں آ گئے۔ حضرت مسیحؑ کے انفاس طیبہ سے لوگ پاک و صاف ہونے لگے۔ ہمالہ دلیش میں ساکا قوم کے ایک بادشاہ نے ملاقات کی جگہ عطا کی اور غیر قوم کے علاقہ میں پورے طور پر بسا دیا۔

اس باب میں ایک اور حوالہ بھی قابل غور ہے ہندوستان میں قرون اولیٰ میں ایک بدھ ولی (بدھ ستوا) کا قصہ افسانوی رنگ اختیار کر گیا۔ یہ صحیفہ یوز آسف (بدھ ستوا) کے نام پر مرتب ہوا۔ اس میں حضرت مسیح کی تمثیلات، تعلیمات اور آسمانی بادشاہت کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن بدھ ستوا کی طرف منسوب اس قصہ میں چونکہ "یسوع آسف" اور بدھ ولی (بدھ ستوا) کی تعلیمات کو سمو دیا گیا۔ اس لئے صحیفہ یوز آسف

اسے لینے لگے۔ صحیفے کے آخر میں اس بنیاد کا ذکر ہے جس
پر قصے کا مدار ہے۔

بات صرف اتنی تھی کہ یوز آسف اگلے وقتوں
کے ایک پیغمبر تھے وہ کسی باہر کے ملک سے ہندوستان
میں آئے۔ یہاں گھومتے رہے جب ان کا وقت آخر
آگیا تو وہ کشمیر میں تھے۔ یہاں وفات پا گئے اور مدفون ہوئے
کشمیر میں آج بھی یوز آسف کا مقبرہ ملتا ہے جو کہ دنیا
کو دعوت تحقیق دے رہا ہے۔ پادری برکت اللہ صاحب
ایم اے لکھتے ہیں :-

"جاپانی عالم انیسکی، امریکی فاضل
ایڈمنڈس اور ڈاکٹر کن زے (Con
ze) نے بدھ مت کے سوتروں اور
انجیلی آیات کو بالمقابل رکھ کر ثابت
کر دیا کہ متعدد سوتر انجیل سے اخذ
کئے گئے ہیں اور بعض مقامات انجیل کی
کتب کی صدائے بازگشت ہیں۔ بلکہ
کون زے کا تو دعویٰ ہے کہ مہایانہ مت
والے بائبل سے بخوبی واقف تھے"

ڈاکٹر Saunders اپنی عالمانہ کتاب میں لکھتا ہے کہ
بدھ مت میں کنول کے سوتر کا مطالعہ ثابت کر دیتا ہے
کہ اس کا تعلق مہایانہ خیالات سے ہے جس میں پرانے
عہد نامہ کے دو مقامات کے حوالے موجود ہیں اور انجیل
لوقا کا ایک حوالہ پایا جاتا ہے۔ جس میں مسرف بیٹے کی
تمثیل ہے۔

جنوبی ہند سے ایک اور قدیم مہایانہ نسخہ بھی
دستیاب ہوا ہے اس میں سات مہروں والے طومار کا
ذکر ہے لکھا ہے کہ ایک بدھ ستوا کو اسے کھولنے کا حکم
ہوا۔ اس طومار کا ذکر مکاشفہ ۵ باب میں ہے۔

سوتروں میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ بدھ دریا
کے پانی پر چلا اس نے خوراک میں اضافہ کیا۔ بدھ کی
مافوق الفطرت پیدائش کا قصہ بھی پیدائش مسیح سے
ملتا جلتا ہے۔ گندھارا آرٹ میں انجیلی واقعات کے
اشارات ملتے ہیں۔ (تلخیص از [illegible] مسیحیت
صفحہ ۲۲۵ - ۲۲۶)

جنوبی ہند کی ایک قدیم کتاب [illegible] ہے
اس میں لکھا ہے :-

"توما جنوبی ہند میں اپنے آقا کی طرف
دعوت دیتے تھے جسے وہ ایک بدھا
سمجھتے تھے"

بھوشن پران میں تورات کا ایک حصہ درج ہے
یہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کے پیروکار ربعون کے مخصوص
علاقہ کو چھوڑ کر سارے جگت میں پھیلے ہوئے ہیں۔
یہ بھی لکھا ہے کہ ہمالہ دلیش میں عیسیٰ مسیح نامی گم
کی طرف دعوت دیتے۔ سنسکرت میں اس کے معنی مقدس
صحیفوں کے ہیں۔

قدیم ہندوستان سے عیسائیت معدوم ہو
گئی۔ پادری برکت اللہ صاحب ایم اے جواب دیتے
ہیں کہ :-

"ابھی کل کی بات ہے کہ لاکھوں ہندو

اور سکھ متعدد پنجاب کے کونہ کونہ میں پھیلتے تھے۔ جو صدیوں سے نسل در نسل وہاں رہتے چلے آتے تھے لیکن اب وہاں گنتی کے ہندو رہتے ہیں اور ایک سکھ بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ علیٰ ہذا القیاس محمد بن قاسم کے ایام سے پہلے مسیحی کلیسائیں کثرت شمالی ہند اور پنجاب میں موجود تھیں۔ جو محمود غزنوی۔ محمد غوری اور سلاطین دہلی، منگول حملہ آوروں اور تیمور کے حملوں کے وقت، صدیوں کے دوران میں نابود ہوتی چلی گئیں۔ حتیٰ کہ بابر کے وقت بہت کم مسیحی کلیسائیں زندہ رہ گئیں"

(مغلیہ سلطنت اور مسیحیت صفحہ ۴۸۵-۴۸۶)

پھر لکھتے ہیں کہ:-

"مقدس توما ٹیکسلا میں ۴۹ء کے قریب وارد ہوئے اور اس نے جا بجا مسیحی کلیسائیں قائم کر دیں۔ جو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتی گئیں۔ جب کشان قوم نے ٹیکسلا اور اس کے نواحی علاقہ کو برباد کیا تو وہاں کے بہت سے مسیحی بھاگ کر پنجاب، شمالی ہند اور وسط ہند کے شہروں میں پناہ گزین ہوئے افغانستان اور بلوچستان کے قرب و جوار میں بیسیوں کلیسائیں آباد تھیں چنانچہ ڈاکٹر منگانا ۲۶۸ ایشیوں کے صدر مقاموں کے نام بتلاتا ہے جو ہندوستان کی شاہراہ یا ہندوستان کے قرب و جوار میں تھے۔ کافرستان جو اب افغانستان کا حصہ ہے۔ ڈاکٹر زویمر کے نزدیک مسیحی ملک تھا۔"

(تاریخ کلیسائے ہندوستان جلد ۱ صفحہ ۴۳۴۔۴۳۵)

یہ تو تحقیق کا خلاصہ ہے۔ پادری برکت اللہ صاحب ایم اے کی تاریخ کلیسائے ہندوستان کا مضمون تھا یہ ہے کہ ہندوستان میں قرن اول میں عیسائیت کی داغ بیل ڈالی گئی۔ پروان چڑھتے کے بعد معدوم ہو گئی تو کیوں؟ اختلاف صرف اتنا ہے کہ توما حواری نے داغ بیل ڈالی یا بنفس نفیس حضرت مسیح علیہ السلام نے توما کی شراکت سے؟ بہرکیف جوشوا فضل دین صاحب کے سوال کا جواب خود چرچ نے پیش کر دیا ہے۔ امید ہے حق و صداقت کے جویا کسی زمانے میں یہ بھی مان جائیں گے کہ قدیم ہند میں عیسائیت کی وسیع تر اشاعت صرف توما کے ورود کی برکت نہیں ہے بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم صدیقہ کے انفاس طیبہ اس روحانی انقلاب کی اساس اور بنیاد ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" میں ایک باب باندھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مسیح کی شخصیت اور تعلیمات بدھ میں بدھ اور ان کی شخصیت کی طرف منسوب ہو گئیں۔ یہ ایک عظیم الشان تحقیق ہے جس پر علم حاضر کے علماء کام کر رہے ہیں یہ اس کے

[illegible] "مسیح ہندوستان میں" [illegible]

میاں سیّد نذیر حسین صاحب دہلوی (اہلحدیث)

کی

گورنمنٹ انگلشیہ کے ساتھ وفاداری اور اُس کا صلہ

محترم جناب سید احمد علی صاحب مربی سلسلہ احمدیہ گوجرانوالہ

جناب "فضل حسین مظفر پوری صوبہ بہار" نے "الحیاۃ بعد المماۃ" نام سے "سوانح عمری مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی" لکھی جو ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں مطبع اکبری آگرہ میں حمید الدین احمد کے اہتمام سے چھپی۔ خاکسار نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے:۔

"زمانہ غدر کے جہاد کے فتووں پر
میاں صاحب نے دستخط نہیں کیا۔"

"حج کو جاتے وقت جو چٹھی کمشنر دہلی وغیرہ نے میاں صاحب کو دی تھی اس کی نقل سفر حج کے بیان میں ہدیۂ ناظرین کی جائے گی مگر اسی کے ساتھ یہ بتا دینا بھی ضرور ہے کہ میاں صاحب بھی گورنمنٹ انگلشیہ کے کیسے وفادار تھے۔ زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں جبکہ دہلی کے بعض معتبر اور بیشتر معمولی مولویوں نے انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ دیا تو میاں صاحب نے نہ اس پر دستخط کیا نہ مہر۔ وہ خود فرماتے تھے کہ:۔

"میاں وہ ہُلّڑ تھا بہادر شاہی نہ تھی
وہ بیچارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا۔
حشرات الارض خانہ برانداروں نے
تمام دہلی کو خراب، ویران، تباہ اور
برباد کر دیا۔ شرائط امارت و جہاد
بالکل مفقود تھے۔ ہم نے تو اس فتوے
پر نہ دستخط نہیں کیا۔ مہر کیا کرتے اور کیا
لکھتے۔ مفتی صدر الدین خان صاحب
چکر میں آ گئے۔"

"بہادر شاہ کو بھی بہت سمجھایا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں ہے مگر وہ باغیوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہو رہے تھے

کرتے تو کیا کرتے۔

شاہزادے بے فکرے

اسی زمانہ میں جبکہ تمام شہر محصور اور قلعہ بند ہو رہا تھا آپ قلعہ میں گئے۔ دیکھا کہ شہزادوں کے ہاتھیوں کے جھول نہایت ہی پُرتکلف تیار ہو رہے ہیں اور بے فکرے شہزادے سامنے بیچوان لگائے گپ اڑا رہے ہیں۔ آپ نے بہادر شاہ سے جا کر کہا کہ کیا حضور انھیں شہزادوں کو ہاتھیوں پر ساتھ لے کر انگریزوں سے لڑیں گے؟ اس پر بادشاہ چپ ہو گئے۔

دس میم کا قتل

ایک دن دیکھا کہ دس میم اور ایک لڑکی گرفتار ہو کر قلعہ میں لائی گئیں سب ایک صف میں بٹھائے گئے۔ صوبیدار نالائق نے سب کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔ اس لڑکی کی ماں بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ لڑکی نے ماں کو تسلی دی اور ایک چٹکی خاک زمین سے اٹھا کر ہتھیلی پر رکھ کر پھونک کر کہا:—

"ماں روتی کیوں ہے ہماری فوج آئیگی
اور اس طرح ان سب کو اڑا دیگی"

میاں صاحب کے دل پر اس نظارہ کا صدمہ ایسا ہوا کہ آبدیدہ ہو کر اسی وقت قلعہ سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ اب دلی اور اہل دلی کی خیر نہیں ہے۔ عورتوں کا قتل اسلام نے کبھی جائز نہیں رکھا۔

مسز لیسنس کا قصہ

عین حالت غدر میں جبکہ ایک ایک بچہ انگریزوں کا دشمن ہو رہا تھا مسز لیسنس ایک زخمی میم کو رات کے وقت میاں صاحب اٹھوا کر اپنے گھر لے آئے۔ پناہ دی۔ علاج کیا۔ کھانا دیتے رہے۔ اس وقت اگر ظالم باغیوں کو ذری خبر ہو جاتی تو آپ کے قتل اور خانماں بربادی میں مطلق دیر نہ لگتی۔ طرہ اس پر یہ تھا کہ پنجابی کٹڑہ والی مسجد کو تغلباً باغی دخل کئے ہوئے تھے اور اسی سے ملا ہوا زنانہ مکان تھا اسی میں اس میم کو چھپائے ہوئے تھے مگر ساڑھے تین مہینے تک کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ حویلی کے مکان میں کتنے آدمی ہیں ساڑھے تین مہینوں کے بعد جب پوری طرح امن قائم ہو چکا تب اس نیم جان میم کو جو اب بالکل تندرست اور توانا تھی انگریزی کیمپ میں پہنچا دیا۔

صلے

جس کے صلے میں ایک ہزار تین سو روپیہ اور مندرجہ ذیل سرٹیفکیٹس ملیں:—

انگریزی سرٹیفکیٹ کا ترجمہ

(یہاں صرف اردو ترجمہ درج کیا جاتا ہے)—

ترجمہ: "دہلی مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۸۵۷ء از ڈبلیو جی وارفیلڈ آفیشیٹنگ کمشنر مولوی نذیر حسین اور ان کے بیٹے مولوی شریف حسین اور ان کے دوسرے گھر والے غدر کے زمانہ میں مسز لیسنس کی جان بچانے میں ذریعہ ہوئے۔ حالت مجروحی میں انھوں نے ان کا علاج کیا ساڑھے تین مہینے اپنے گھر میں رکھا اور بالآخر دہلی کے ریلیف کیمپ میں ان کو پہنچا دیا۔

وہ کہتے ہیں کہ ان کی انگریزی سرٹیفکیٹیں ایک آتش زدگی میں جو ان کے مکان میں واقع دہلی میں ہوئی

تھی چل گئیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ ان کا کہنا بہت ہی قرینِ امکان ہے غالباً ان کو جنرل نیوائل چیمبرلین، جنرل رِیڈ، اور کرنل سائیڈرز وغیرہم سے سرٹیفکیٹس ملی تھیں مجھ کو وہ واقعات اور مسٹر لیبیش کا کیمپ میں آنا اچھی طرح یاد ہے۔

ان لوگوں کو اس خدمت کے صلے میں مبلغ دو سو اور چار سو روپیہ ملے تھے مبلغ سات سو روپیہ بابت تاوان منہدم کئے جانے مکانات کے ان لوگوں کو عطا کئے گئے تھے یہ لوگ ہماری قوم سے حسن سلوک اور الطاف کے مستحق تھے۔"

ہندوستان دارالامان ہے

"ہندوستان کو ہمیشہ میاں صاحب دارالامان فرماتے تھے دارالحرب کبھی نہ کہا۔
(سوانح عمری میاں نذیر حسین دہلوی المحدیث [illegible])

سفرِ حج اور اُس کے واقعات

۱۳۰۰ھ میں جب میاں صاحب نے حج کا ارادہ مصمم کر لیا تو اس خیال سے کہ مخالفین ایذا رسانی میں کچھ کم حصہ نہیں لیں گے اور یہ موقع ان کے لئے اوقات مفتخرہ سے ثابت ہوگا آپ نے کمشنر دہلی سے ملاقات کرکے حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ طیبہ و روضہ مطہرہ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارادہ ظاہر کیا۔ کمشنر دہلی نے آپ کو ایک چٹھی مؤرخہ ۱۰/ اگست ۱۸۸۳ء

امداد کیلئے کمشنر دہلی کی چٹھی

دی جس کی کیفیت نقل مع ترجمہ اردو مندرجہ ذیل ہے (یہاں صرف اردو ترجمہ درج ہے)

ترجمہ: "مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے مقتدر عالم ہیں جنہوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے اب وہ اپنے فرض زیارت کعبہ کے ادا کرنے کو مکہ جاتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کی وہ مدد چاہیں گے وہ ان کو مدد دے گا کیونکہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔"

دستخط جے ڈی ٹرمیلیٹ بنگال سروس کمشنر دہلی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ
۱۰/ اگست ۱۸۸۳ء

مکہ میں دشمنوں سے بچاؤ کیلئے مسٹر لیبنس کی چٹھی

دوسری چٹھی مسٹر لیبنس نے (زمانہ غدر میں میاں صاحب نے ان کی میم کی جان بچائی تھی) بنام کونسل مقیم جدہ کے دی جس میں آپ کی خیر خواہی زمانہ غدر کا مفصل بیان تھا انہوں نے یہ بھی جتا دیا تھا کہ ان کے مخالفین بھی بہت ہیں اور ان میں سے بعض مکہ معظمہ میں یہاں سے بھاگ کر مقیم ہو گئے ہیں۔ مسٹر لیبنس نے یہ بھی استدعا کی تھی کہ برٹش گورنمنٹ کانسل کا فرض ہے کہ ان کو ان کے مخالفین کے شر و فساد سے بچائے۔ یہ چٹھی برٹش کانسل مقیم جدہ (مکتوب الیہ) نے اپنے پاس رکھ لی۔

الغرض یہ دونوں چٹھیاں لے کر آپ دہلی سے رہ نورد مکہ معظمہ زاد اللہ تشریفاً ہوئے۔

مکہ پہنچنا

جب آپ مکہ پہنچے تو معاندین بھی وہاں جا موجود تھے جن کا قصد مقصد تھا (باقی ص ۸۳ پر)

عصرِ حاضر میں تعلیمِ قرآن کے دو عالمی مرکز

قادیان اور ربوہ

محترم جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد

صفتِ علیم کے مظہرِ اتم

ہمارے آقا و مولا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیگر تمام صفاتِ الٰہیہ کی طرح اللہ جلشانہٗ کی صفتِ علیم کے بھی مظہرِ اتم تھے۔ چنانچہ حضرت ابو زید عمرؓو بن خطب کی حدیث ہے:-

"صلّی بنا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظہر فنزل فصلّی ثمّ صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلّی ثمّ صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبر بما کان و بما ھو کائن۔"

(صحیح مسلم شریف معہ نووی جلد ۲ صفحہ ۳۹۰)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور وقتِ ظہر تک خطبہ دیتے رہے۔ حضورؐ منبر سے اترے۔ نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیا۔ جب عصر ہو گئی تو حضورؐ منبر سے اترے۔ نماز عصر پڑھا کر منبر پر چڑھے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ ان خطبوں میں حضور علیہ السلام نے ان سب امور کی خبر دی جو وقوع

میں آچکے تھے یا مستقبل میں رونما ہونے والے تھے۔

قرآنی قوت و طاقت سے وابستہ انقلاب

مخبرِ صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری زمانہ کے جن احوال و وقائع اور حوادث کو قبل از وقت اطلاع امت کو مسلمہ کردی، ان میں سرفہرست یاجوج و ماجوج اور دجالی طاقتوں کا خروج ہے جن کے استیصال، قلع قمع اور ہلاکت کے لئے قرآن عظیم کا روحانی اور آسمانی ہتھیار سب سے کارگر اور مؤثر حربہ ثابت ہوگا حضور نے بتایا:۔

"وَ اَنْقُوْ ہُ عَلَیْہِ یَوْمَئِذٍ بِالْقُرْآنِ"

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۳)

یعنی یاجوج و ماجوج کا فتنہ قرآن عظیم کی قوت و طاقت سے پاش پاش ہوگا

احادیث نبوی کے یکجائی مطالعہ سے یہ بھی منکشف ہوتا ہے کہ قرآنی طاقت و شوکت کا یہ ہمہ گیر روحانی انقلاب، آخری زمانہ کے اسمی و رسمی مسلمانوں یا ان کے علماء و فقہاء کے ذریعہ سے نہیں بلکہ ایک نازل من السماء آسمانی مصلح اور اس کے خلفاء اور اس کی جماعت کے ہاتھوں نقشہ عالم پر برپا ہوگا اور اسی سے وہ خدا کے دفتر میں قرن اول کے صحابہؓ کا اجر و ثواب پانے کے مستحق ہوں گے چنانچہ فرمایا:۔

"ھا القائمون یومئذ بکتاب اللہ سراً و علانیۃ کالسابقین الاولین من المہاجرین والانصار"

(حدیث معاذ بن جبل)

کہ اس زمانہ میں وہ لوگ جو کتاب اللہ پر پوشیدہ اور ظاہر دونوں طرح قائم ہوں گے۔ اولین مہاجرین و انصار کی طرح ہوں گے۔

تعلیم قرآن کے دو موعودہ عالمی مراکز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کشوف و رویاء اور وحی و الہام میں تعلیم قرآن کے دو عظیم الشان مراکز کے اشارات بھی ملتے ہیں:۔

(۱) کدعہ:۔

"قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعہ..... و یجمع اصحابہ من اقصی البلاد علی عدۃ اھل بدر بثلاث مائۃ و ثلاثۃ عشر رجلاً"

(جواہر الاسرار از شیخ حمزہ بن علی ملک الطوسی)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مہدی کدعہ نامی بستی سے ظاہر ہوگا اور اللہ تعالیٰ دور دور کے شہروں اور ملکوں سے اس کے صحابہ

جمع کر دے گا جن کی تعداد اصحاب بدر
کے برابر یعنی ۳۱۳ ہوگی۔

کدعہ قادیان کا معرب ہے جیسا کہ حضرت خواجہ غلام فرید گدی نشین چاچڑاں شریف نے اشارات فریدی جلد ۳ صفحہ ۶۹-۷۰ میں فرمایا ہے۔

(۲) طور:۔

"اوحی اللہ تعالیٰ الی عیسیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم انی
قد اخرجت عبادًا لی لا
یدان لاحد لقتالہم فحرز
عبادی الی الطور........
ویحصر نبی اللہ عیسیٰ صلی
اللہ علیہ وسلم واصحابہ"
(مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال مصری)

اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائے گا کہ میں نے کچھ ایسے لوگ پیدا کئے ہیں جن سے جنگ کی کسی میں طاقت نہیں۔ اس لئے میرے بندوں کو طور پر لے جا اور محفوظ طریق پر ان کو جمع کر دے۔ ازاں بعد نبی اللہ عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب محصور ہو جائیں گے۔

طور کا لفظ زبان عرب میں پہاڑ، صحن اور مثل کے معنوں میں مستعمل ہے (المنجد) اور یہ سب خصوصیات حیرت انگیز طور پر جماعت احمدیہ کے پاکستانی مرکز ربوہ میں پائی جاتی ہیں۔ ربوہ پہاڑ کے دامن میں ہے اور صحن کی طرح کھلی زمین پر واقع ہے اور قادیان کا مثیل ہے۔ بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ ربوہ اور طور دونوں ایک اعتبار سے مترادف الفاظ ہیں۔ چنانچہ لغت "المنجد الاعظم" میں ربوہ کے معنی بلند زمین اور پہاڑ کے لکھے ہیں اور حدیث میں ہے :۔

"الفردوس ربوۃ الجنۃ"
(ترمذی کتاب التفسیر)

فردوس جنت کا ربوہ یعنی بلند مقام ہے۔

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ واضح نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ یہ ازل سے مقدر تھا کہ مہدیؑ کا ظہور کدعہ میں اور جماعت مہدی کا دار الہجرت پہاڑ کے دامن میں بنے۔ تاکہ ایک جارح قوم کے مسلح حملہ اور اس کی متشددانہ کارروائی کے بعد کسی محفوظ جگہ میں پناہ لی جا سکے۔ ثانی الذکر حدیث نبویؐ سے یہ بھی انکشاف ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ اس دار الہجرت کے خلاف کسی قسم کی سازشوں کا جال پھیلایا جائے اور محاصرہ کی سی کیفیت پیدا کر دی جائے۔

قادیان اور انوار قرآنی کی اشاعت

قادیان (اسلام پور قاضی) کی شمالی اسلامی ریاست کی بنیاد ۱۵۳۰ء / ۹۳۶ھ میں حضرت مہدی موعود علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ کے مورث اعلیٰ اور شاہی مغل خاندان کے چشم و چراغ حضرت مرزا ہادی بیگ نے رکھی۔ آپ اپنے خاندان اور خدام اور توابع کے دوسو افراد

پر مشتمل قافلہ لے کر عہد بابری کے دوران وسط ایشیا کے علاقہ سمرقند سے ہجرت کر کے برصغیر میں داخل ہوئے تھے۔ قادیان کی خود مختار ریاست قریباً پونے دوسو سال قائم رہی اور اس میں قرآن مجید کا غیر معمولی چرچا رہا جہاں کسی زمانہ میں سو سو حفاظ قرآن اور علماء و صلحاء ہر وقت موجود رہتے تھے مگر افسوس ۱۸۰۲ء میں سکھ اس عدیم النظیر اسلامی خطہ پر قابض ہو گئے۔ عالی شان مسجدیں یا تو مسمار کر دی گئیں یا دھرم سالہ میں بدل دی گئیں۔ قادیان کا مرکزی اسلامی کتب خانہ جس میں قرآن شریف کے پانسو قلمی نسخے تھے نہایت بے دردی سے جلا دیا گیا اور اسلامی یادگاروں کے بہت سے آثار تک معدوم کر دیئے گئے۔

حضرت مہدی موعود کا عہد مبارک

عین اس زمانہ میں جبکہ قادیان میں شوکت اسلام اور سطوت قرآن کا عہد محض داستان پارینہ اور قصہ ماضی بن کے رہ گیا تھا۔ حضرت مہدی موعود علیہ السلام ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء کو پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے آپ کا قرآن سے عشق انتہا کو پہنچا ہوا تھا آپ دن رات قرآن عظیم پڑھتے۔ اس پہ تدبر کرتے اور اس کے حاشیہ پر نوٹ لکھتے رہتے تھے۔ ۱۸۸۰ء میں آپ نے قرآن مجید کی حقانیت کے ثبوت میں **براہین احمدیہ** (حصہ اول) جیسی معرکۃ الآراء کتاب شائع فرمائی جس نے کتاب اللہ کے دشمنوں کو ساکت و لاجواب کر کے انہیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ مولانا محمد شریف صاحب ایڈیٹر "منشور محمدی" (بنگلور) نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

> **"کتاب براہین احمدیہ ثبوت قرآن و نبوت میں ایک ایسی بے نظیر کتاب ہے جس کا کوئی ثانی نہیں مصنف نے صداقت اسلام کو ایسی کوششوں اور دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ ہر منصف مزاج یہی سمجھے گا کہ قرآن کتاب اللہ اور نبوت آخر الزمان حق ہے۔"**

(منشور محمدی ۲۵ رجب ۱۳۰۰ھ صفحہ ۲۱۴-۲۱۶-۲۱۷)

براہین کی اشاعت (۱۸۸۰-۱۸۸۴ء) کے چار سال بعد ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۸۹۱ء میں جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ جس کا مقصد وحید دنیا بھر میں علوم قرآنی سے دنیا بھر کو منور کرنا تھا۔ یہ مبارک سالانہ اجتماع خدا کے فضل و کرم سے پوری شان سے جاری ہے اور قرآن پھیلانے کا مؤثر ذریعہ بن چکا ہے۔

عارفانہ تفسیر سے عشاق قرآن کا پیدا ہونا

سالانہ جلسہ کی تاسیس کے بعد حضرت مہدی موعود علیہ السلام قریباً سولہ سال زندہ رہے۔ اس عرصہ میں آپ کے قلم مبارک سے اسی کے لگ بھگ تصانیف و تالیفات شائع ہوئیں جن میں قرآن مجید کی بہت سی آیات کی تفسیر پر نہایت عارفانہ انداز میں روشنی ڈالی

گئی۔ علاوہ ازیں آپ نے اشتہارات اور مکتوبات میں قرآنی خزائن پیش کئے۔ آپ کی صبح کی سیر اور دربار شام اور دیگر مجالس قرآن مجید سکھانے کا چلتا پھرتا مدرسہ تھیں۔ جس نے آپ کی زندگی میں ہی **پانچ لاکھ کے قریب عشاقِ قرآن پیدا کر ڈالے۔**

قادیان پر اثرات

اس خارجی اور بیرونی تغیرِ عظیم کے علاوہ اس کا براہِ راست قادیان کی بستی پر یہ اثر ہوا کہ حضرت حاجی الحرمین مولانا حافظ نورالدین بھیروی رضی اللہ عنہ۔ حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی اور حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ جیسے علماء ربانی خالص قرآن کی مقناطیسی کشش سے قادیان میں ہجرت کر کے آ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے پرانے اور مٹے ہوئے آثار میں ایک نیا قادیان ابھرنے لگا۔ مسجد اقصیٰ، مسجد مبارک، مہمان خانہ، مکتب وغیرہ میں ہی نہیں۔ قادیان کے گھر گھر میں قرآن مجید کے چشمے بہہ نکلے یہیں تے انجمن ہمدردانِ اسلام اور "تشحیذ الاذہان" کے نام سے مجالس قائم کیں۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول اور کالج جاری ہوا۔ مدرسہ احمدیہ جیسے عظیم قرآنی ادارہ کی داغ بیل پڑی جو ۱۹۲۸ء میں جامعہ احمدیہ بنا اور جس کے فیض یافتہ شاگردوں نے آئندہ چل کر زمین کے کناروں تک قرآن کا ایسا نور پھیلایا کہ ایک عالم جگمگا اٹھا۔

احمدیہ پریس کی خدمات

قادیان کی چھوٹی سی بستی اُن دنوں صرف چند ہزار نفوس پر مشتمل تھی مگر پریس ایسا مضبوط تھا کہ الحکم، البدر، ریویو آف ریلیجنز (اردو، انگریزی)۔ رسالہ تشحیذ الاذہان، رسالہ تعلیم الاسلام، اور رسالہ تفسیر القرآن جیسے وقیع اخبارات و رسائل کی بازگشت پورے ملک ہی میں نہیں سنائی دیتی تھی بیرونی ممالک کے قلوب و اذہان پر بھی ان کے گہرے اثرات کی چھاپ لگ جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے خدام کی قرآنی تفسیر پر مشتمل تحریرات قادیان سے شائع ہوتے ہی مشرق و مغرب تک پہنچ جاتیں۔

قاعدہ یسرنا القرآن

قادیان میں اشاعت قرآن کی کوئی تاریخ حضرت پیر منظور محمد صاحب رضی اللہ عنہ کے شائع کردہ "قاعدہ یسرنا القرآن" کا ذکر کئے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی اس قاعدہ سے مختلف ممالک عالم میں بسنے والے لاکھوں نفوس قرآن مجید پڑھنا سیکھ چکے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"قاعدہ یسرنا القرآن بچوں کے لئے
بے شک مفید چیز ہے اس سے بہتر
اور کوئی طریقِ تعلیم خیال میں نہیں آتا"

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی خدمتِ قرآن

سلسلہ احمدیہ کے پہلے صحافی اور مورخ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الکبیر نے بھی اپنی زندگی میں قرآن مجید کی بہت خدمت کی اور تفسیر قرآن سے متعلق بہت سی تصانیف شائع کیں جن میں "ترجمۃ القرآن"

کو یہ خصوصیت اور امتیاز حاصل ہے کہ یہ ضخیم ترجمہ اور تفسیر مختلف جلدوں کی شکل میں قادیان سے حضرت مہدی موعود کے زمانہ میں طبع ہوئی اور اسے حضرت حاجی الحرمین مولانا نورالدین خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ کے درس کے نوٹوں سے مرتب کیا گیا۔

خلافت اُولیٰ

حضرت مولانا حاجی الحرمین خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کے عہد مبارک (۲۷ مئی ۱۹۰۸ء تا ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء) میں اشاعت قرآن کے زندہ اور فعّال مرکز کی حیثیت سے قادیان کی شہرت میں غیر معمولی اضافہ ہوا جس کا سب سے بڑا محرک خود آپ کا بے پناہ جذبۂ عشقِ قرآن تھا جس کی پہلے ہی چار دانگ عالم میں دھوم مچی ہوئی تھی۔ آپ جب تختِ خلافت پر متمکن ہوئے تو دہلی کے اخبار کرزن گزٹ نے لکھا کہ:

"اب مرزائیوں کا کیا رہ گیا ہے۔ اُن کا سر کٹ چکا ہے۔ ایک شخص جو ان کا امام بنا ہے اس سے کچھ ہوگا نہیں ہاں یہ ہے کہ تمہیں کسی مسجد میں قرآن سنایا کرے۔"

حضرت خلیفہ اوّل رضؓ نے اپنی خلافت کے پہلے سالانہ جلسہ پر اس فقرہ کا خاص طور پر تذکرہ کیا اور مسرّت اور جوش سے بھرے ہوئے الفاظ میں فرمایا:

"سو خدا کرے یہی ہو میں تمہیں قرآن ہی سنایا کروں۔"

(بدر ۔ ۴ فروری ۱۹۰۹ء صفحہ ۴)

حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کے درس کا روح پرور منظر

آپ نے کس شان و شوکت کے ساتھ قادیان میں خدا کا پیارا کلام سنایا اور کتاب رحمٰن کا درس دیا؟ اس کا کسی قدر اندازہ امرتسر کے ایک مسلمان جرنلسٹ مسٹر محمد اسلم کے مندرجہ ذیل تاثرات سے بخوبی لگ سکتا ہے فرماتے ہیں:۔

"مولوی نورالدین صاحب جو بوجہ مرزا صاحب کے خلیفہ ہونے کے اس وقت احمدی جماعت کے مسلمہ پیشوا ہیں جہاں تک میں نے دو دن[1] ان کی مجالس وعظ و درس قرآن شریف میں رہ کر ان کے کام کے متعلق غور کیا۔ مجھے وہ نہایت پاکیزہ اور محض خالصۃً للہ کے اصول پر نظر آیا کیونکہ مولوی صاحب کا طرز عمل قطعاً ریا و منافقت سے پاک ہے۔ اور ان کے آئینہ دل میں صداقتِ اسلام کا ایک ایسا زبردست جوش ہے جو معرفتِ توحید کے شفاف چشمے کی وضع میں قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر کے ذریعہ ہر وقت ان کے بے ریا سینے سے اُبل اُبل کر تشنگانِ معرفتِ توحید کو فیض یاب کر رہا ہے۔ اگر حقیقی اسلام قرآن مجید ہے تو قرآن مجید

[1] یہ شروع ۱۹۱۲ء کی بات ہے۔

کی عاشقانہ محبت جیسی کہ مولوی
صاحب موصوف میں میں نے کبھی
ہے اور کسی شخص میں نہیں دیکھی۔
یہ نہیں کہ وہ تقلیداً ایسا کرنے
پر مجبور ہے۔ نہیں بلکہ وہ ایک
زبردست فیلسوف انسان ہے
اور نہایت ہی زبردست فلسفیانہ
تفسیر کے ذریعے قرآن مجید کی
محبت میں گرفتار ہو گیا کیونکہ جیسی
قسم کی زبردست فلسفیانہ تفسیر
قرآن مجید کی میں نے ان سے درس
قرآن مجید کے موقع پر سنی ہے
غالباً دنیا میں چند آدمی ایسا کرنے
کی اہلیت اس وقت رکھتے ہونگے
مجھے زیادہ تر حیرت اس بات کی
ہوئی کہ ایک اسی سالہ بوڑھا
آدمی صبح سویرے سے لے کر
شام تک جس طرح لگاتار سارا
دن کام کرتا رہتا ہے وہ یقینی
طور پر آج کل کے تندرست قوی
ہیکل دو تین نوجوانوں سے بھی ہونا
مشکل ہے۔"

نیز لکھا:-

"علاوہ اس کے میں نے قادیان کی
احمدی جماعت کی اس جدوجہد کو
دو وقت میں کمال فخر و خوشی سے دیکھا جو
وہ مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول کے
قیام کے ذریعے دنیا میں حقیقی اسلامی
قوم پیدا کرنے کے لئے مدتوں سے کر رہی
ہے۔ اس لئے اپنے عملی پروگرام کو
پورا کرنے کی مستعدی میں احمدی
جماعت قابل مبارکباد کے ہے کیونکہ
جہاں ہائی سکول میں مسلمان طالب
علموں کو مروجہ دنیاوی علوم کی تعلیم
دی جا رہی ہے۔ وہاں نہایت ہی اعلیٰ
پیمانے پر قرآن مجید کی باقاعدہ مفسرانہ
تعلیم کے ذریعے حقیقی فلسفہ اسلام
سے ان کے دل و دماغ معمور کئے
جا رہے ہیں۔ علاوہ اسکے لائق ماسٹروں
اور ٹیوٹروں سے اسلامی تعلیم و تہذیب
کے سیکھنے کے ہر ایک ہائی سکول کا
طالب علم نماز عصر کے بعد نماز شام
تک مولوی نور الدین صاحب کے آگے
بڑی مسجد میں ان کو باقاعدہ درس
قرآن شریف کے وقت زانوئے
شاگردی تہہ کرنے کو پابند کیا گیا ہے
اور ہائی سکول قادیان کے طالب علم
کو روزانہ ذہن نشین کرایا جاتا ہے
کہ جیسی اسلام کے ارکان مذہبی کی
ادائیگی تم سے حکماً سکول میں کرائی

جاتی ہے وہ فطرتاً تم پر قوانین قدرت کے لئے زندگی کے باقی لوازمات سے بڑھ کر بطور ایک زبردست و اہم فرض کے عائد کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ علیگڑھ کالج کے طلباء کی طرح ان سے نماز تو جبراً پڑھائی جائے اور نماز کے پڑھنے کی ضرورت فلسفۂ فطرت کی رو سے انھیں نہ سمجھائی جائے جس سے علی گڑھ کے طلباء کی طرح وہ نماز کو ایک زبردستی بیگار تصور کرتے ہوئے اسلام کے متعلق نفرت کا بیج دل میں بونے پر مجبور ہیں کیونکہ ڈارون اور بیکن کے فلسفے کو پڑھنے والے طالب علموں سے مان نہ مان میں تیرا مہمان کے اصول پر ارکانِ مذہبی کی پابندی پر جبر کرنا اصولاً انھیں اسلام سے متنفر کرنا ہے۔ اس اصول پر انگریزی اسلامی سکولوں و کالجوں پر قادیان کے ہائی سکول کو اسلامی پہلو سے وہ برتری حاصل ہے کہ جس کی گرد کو باقی اسلامی انگریزی سکول و کالج نہیں پہنچتے۔ مدرسہ احمدیہ چونکہ خالص مذہبی تعلیم کا مدرسہ ہے اس لئے میں ہندوستان کی باقی مذہبی درسگاہوں پر اسے چنداں فوقیت نہیں دے سکتا مگر میرے خیال میں فلسفۂ قرآن کے سمجھنے میں اس کے طالب علم باقی مذہبی درسگاہوں سے بہت فائدہ میں ہیں۔ جبکہ خاص طور پر اس کے متعلق بہت سے عمدہ ذرائع انہیں حاصل ہیں جو ہندوستان کی دیگر مذہبی درسگاہوں کے طلباء کو حاصل نہ ہوں گے۔

عام طور پر قادیان کی احمدی جماعت کے افراد کو دیکھا گیا تو انفرادی طور پر ہر ایک کو توحید کے نشے میں سرشار پایا گیا اور قرآن مجید کے متعلق جس قدر عاشقانہ محبت اس جماعت میں میں نے قادیان میں دیکھی کہیں نہیں دیکھی۔ صبح کی نماز منہ اندھیرے چھوٹی مسجد میں پڑھنے کے بعد جو میں نے گشت کی تو تمام احمدیوں کو میں نے بلا تمیز بوڑھے و بچے اور نوجوان کے لیمپ کے آگے قرآن مجید پڑھتے دیکھا۔ دونوں احمدی مسجدوں میں بڑے گرد ہوں اور سکول کے بورڈنگ میں سینکڑوں لڑکوں کی قرآن خوانی کا مؤثر نظارہ مجھے عمر بھر یاد رہے گا۔ حتیٰ کہ احمدی جماعت کے تاجروں کا صبح سویرے اپنی اپنی دوکانوں اور احمدی مسافر مقیم مسافر خانہ کی قرآن خوانی بھی ایک نہایت پاکیزہ سین (Scene)

پیدا کر رہی تھی گویا صبح کو مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ قدوسیوں کے گروہ در گروہ آسمان سے اتر کر قرآن مجید کی تلاوت کر کے بنی نوع انسان پر قرآن مجید کی عظمت کا سکہ بٹھانے آئے ہیں۔ غرض احمدی قادیان میں مجھے قرآن ہی قرآن نظر آیا۔"

(بدر۔ ۱۳ مارچ ۱۹۱۳ء)

قرآن سے غیر معمولی شغف

حضرت خلیفہ اولؓ کے بابرکت وجود اور آپ کے درس و تدریس کا جماعت احمدیہ کے علمی طبقہ پر یہ اثر ہوا کہ ان کے دل میں خدمتِ قرآن اور اشاعتِ قرآن کا زبردست ولولہ اور جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ حضرت سیدنا محمودؓ کو قرآن کی چاٹ آپ نے لگائی۔ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ نے تفسیر سروری لکھی۔ مولوی محمد علی مرحوم نے بیان القرآن اور ترجمۃ القرآن انگریزی کا پہلا مسودہ جس میں بعد کو ترمیم و اصلاح کی۔ آپ ہی کے افاضات سے مرتب کیا۔ میرٹھ کے ایک مخلص احمدی نے آپ کے درس قرآن کی روشنی میں ایک مترجم حمائل شائع کی۔

خلافتِ ثانیہ

حضرت امیر المومنین سیدنا محمود المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت باون سال اور دس ماہ کے ادوار پر مشتمل ہے اور دینِ اسلام کے شرف اور مرتبۂ کلام اللہ کے بین الاقوامی ظہور کا زندہ و تابندہ نشان ہے۔

خلافتِ ثانیہ کے دورِ قادیان (۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء تا ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء) میں اس پاک بستی کی فضا قرآنی نغمات سے گونجتی رہی۔ آپ نے بھی قرآنی انوار کو پھیلانے کے لئے مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک قادیان میں درس قرآن کا مبارک سلسلہ جاری رکھا اور نہ صرف سورۃ فاتحہ سے لے کر والناس تک کا مکمل درس دیا بلکہ بیرونی احباب کے لئے ۱۹۱۷ء، ۱۹۲۲ء، ۱۹۲۸ء، ۱۹۳۸ء، ۱۹۴۴ء اور ۱۹۴۵ء میں بعض خاص درس بھی دیئے ان قرآنی محفلوں سے احمدیوں کے علاوہ غیر احمدی معززین بھی مستفید ہوتے اور اپنے سینوں میں شمع قرآنی سے روشن کرتے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے پرمعارف لیکچر

حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان میں مختلف مواقع پر جو تقریریں کیں وہ بلا مبالغہ ہزاروں سے متجاوز ہیں۔ جمعہ، عیدین، لجنہ اماء اللہ، خدام الاحمدیہ اور مجلس انصار اللہ کے اجتماعات، تقریباتِ نکاح، مجالس عرفان اور سالانہ جلسوں میں آپ نے بہت پرشوکت اور پرجلال تقریریں فرمائیں۔ مگر ان سب کا نقطہ مرکزیہ قرآن تھا۔ قرآنی نکات معرفت کا یہ لازوال اور بیش بہا متاع آسمانی نہ صرف اس دور کے اخبارات و جرائد مثلاً الفضل، الحکم، فاروق، ریویو آف ریلیجنز،

اور قرآن میں محفوظ ہے بلکہ کسی حد تک کتابی صورت میں بھی موجود ہے اور قیامت تک حاملینِ قرآن کی رہنمائی کا موجب بنا رہے گا۔

چوہدری محمد ابراہیم فیروزپوری کے تأثرات

اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے صرف ایک مثال بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔ ۱۹۴۲ء کے جلسہ سالانہ پر ایک بیوشیلے غیر احمدی مسلمان چوہدری محمد ابراہیم صاحب فیروزپوری نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کا قرآنی حقائق و معارف سے لبریز لیکچر سنا تو اُن پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ ان کی زندگی میں علم و عرفان کی بارش کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا یہ ایسا انوکھا اور نرالا روحانی تجربہ تھا کہ انھوں نے کھلے بندوں اس کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ:-

"جس وقت میں نے حضرت خلیفۃ المسیح کو سٹیج پر تقریر کرتے سنا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک بحرِ زخار ہے کہ جس میں سے موتی و گوہر اُبل اُبل کر نکل رہے تھے جناب کی تقریر دلپذیر کچھ ایسی مضبوط اور جامع تھی کہ اس کا ہر پہلو ایک بڑے سے بڑے پُر مغز لیکچرار کو بھی تھکا رہا تھا صاف اور سادی اتنی کہ ہر جاہل اور پُر مغز اس سے مستفید ہو رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ دوران تقریر میں احمدی محمد رسول اللہ صلعم کا ذکر کم لیکن مرزا صاحب کا ذکر بہت کرتے ہیں مگر ان کے خلیفہ کی یہ حالت تھی کہ جہاں نبی کریمؐ کا نام پاک آتا وہ مجسمہ رقت بن جاتا۔ اور جہاں حضرت مرزا صاحب کا نام لینا ہوتا تو وہاں رسول کریم صلعم کے غلام سے موسوم کیا جاتا۔ تقریر میں قصہ کہانیاں نہیں بلکہ وہ مفید باتیں کہ جن پر واقعی آج اسلام کی زندگی و موت کا سوال ہے۔ پھر معارف قرآن وہ کہ جن سے روح زندہ ہو۔ میں کیا، میری زبان کیا جو آپ کی تقریر پر ریویو کروں۔ معتقدانہ الفاظ تھے کہ جو بغیر کہے نہیں رہ سکتا۔ اور کہہ دیئے۔ پھر استقامت کا یہ عالم کہ ڈھائی بجے سے جو تقریر شروع کی تو متواتر کسی رکاوٹ کے اور بغیر کسی روحانی یا جسمانی تکان کے رات کے آٹھ بجا دیئے۔ ممکن ہے کوئی کہے صاحب یہ کونسی عجیب بات ہے کہ چھ گھنٹے متواتر تقریر کی۔ سیاسی لیڈر تو آٹھ آٹھ گھنٹے کھڑے بولتے رہتے ہیں۔ اجی حضرت کہاں سیاست دنیوی اور کہاں معارفِ قرآنی، زمین و آسمان کا مقابلہ، بھلا کسی لیڈر سیاست کو ذرا کہیئے تو کہ وہ سورۃ فاتحہ کے معارف بیس منٹ ہی

بیان کرے، کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہے۔ معارف قرآن ہوں یا قوم کی ترقی کے اسباب ہوں وہ بھی قرآن کریم سے اور احادیث نبویؐ سے۔ پھر اس پر بھی نہیں کہ کہدیا یعنی رسول کریمؐ ایسا کرتے تھے کہ تم بھی ایسا ہی کیا کرو۔ بلکہ سب سے پیشتر تو اسوۂ حسنہ رسول کریم صلعم بعد میں اس امر کا دعویٰ کہ وہ ہمیشہ اس معاملہ میں کاربند ہے اور پھر اس کی دلیل کہ آپ کے اسوۂ سے ہی راہ نجات دینی اور دنیوی وابستہ ہے۔ پھر نہ صرف یہ دعویٰ قرآنی کہ قرآن کا حکم ہے اس لئے مانو بلکہ یہ ثابت کر دیا کہ جو کچھ فیصلہ قرآن نے کیا ہے وہ دنیا کا دوسرا مذہب ہرگز ہرگز نہیں کرتا اور اگر کوئی دوسرا مذہب کرتا ہے تو اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔

یہ کیفیت روحانی تھی جو میں نے آنجناب کی تقریریں دیکھی نہ صرف ایک دن بلکہ دونوں دن اور میں تعجب کرتا تھا کہ یہ کیسا زبردست الشان ہے جو باوجود نہایت کمزور جثہ ہونے کے وہ طاقت اپنے اندر رکھتا ہے جو بڑے بڑے جسیم مقرر اس کے مقابلہ میں شمہ برابر بھی نہیں رکھتے۔ میں نے آپ کی تقریر کے ہر پہلو کو غور سے سنا اور جانچا تو صرف یہی معلوم ہوا کہ ساری تقریر مفادِ اسلام کے متعلق تھی۔"

(بحوالہ تاثراتِ قادیان صفحہ ۱۸۴-۱۸۵ از ملک فضل حسین صاحب مہاجر قادیان)

ملکی اور غیر ملکی زبانوں میں تراجم و تفاسیر

اس دور میں حضرت مصلح موعودؓ کے قلم مبارک سے قرآن مجید کی متعدد تفاسیر شائع ہوئیں۔ مثلاً (۱) پہلے پارہ کی نادر تفسیر (۲) حقائق القرآن (۳) درس القرآن (۴) معارف القرآن (۵) تفسیر کبیر جلد سوم۔ (۶) تفسیر کبیر دو حصص (از سورۃ نباء تا سورۃ زلزال)

حضرت مصلح موعودؓ نے دوسری جنگ عظیم کے دوران غیر ملکی تراجم کی ایک اہم تحریک فرمائی جس کے نتیجہ میں انگریزی، جرمن، ڈچ، فرانسیسی، اطالوی، ہسپانوی اور روسی زبانوں میں تراجم ہوئے جن میں سے بعض اشاعت پذیر ہو کر سندِ قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضورؓ نے ایک دیباچہ تفسیر القرآن بھی رقم فرمایا۔ جو قادیان سے ہجرت سے چند ماہ قبل انگریزی ترجمہ قرآن کی پہلی جلد کے ساتھ چھپا۔ اور مضر قرآن اور سیرت رسولؐ کے موضوع پر حرف آخر کی

حیثیت رکھتا ہے۔

حضور کی رقم فرمودہ تفاسیر کے علاوہ خلافت ثانیہ کے عہد مبارک میں ۱۹۴۷ء تک جن علماء سلسلہ احمدیہ کے اردو تراجم قرآن شائع ہوئے ان کے نام یہ ہیں:

حضرت میر محمد سعید صاحب امیر حیدر آباد، حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ غضنفرِ احمدیت، حضرت علامہ میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ محدّثِ عصر، حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ استاذ المبلغین، حضرت میاں معراج دین صاحب عمر رضی اللہ عنہ، مولانا غلام احمد صاحب فاضل بدوملہی،

اس دور میں گورمکھی میں ترجمۂ قرآن حضرت شیخ محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ کے قلم سے اور پنجابی زبان میں، منظوم ترجمہ قرآن شہرۂ آفاق شاعر پنجاب حضرت مولوی علی محمد دلپذیر صاحب رضی اللہ عنہ کے قلم سے نکلا۔ اس کے علاوہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے درس کے بدر میں شائع شدہ یا الاحتیاط نوٹ کتابی شکل میں شائع ہوا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی بیان فرمودہ تفسیر جو مختلف کتب اور ملفوظات میں تھی سب خزینۃ العرفان کے نام سے چھپنی شروع ہوئی۔ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کی تفسیر خاتم اور مولانا عبداللطیف صاحب فاضل بہاولپوری کی تفسیر دستور الارتقاء جسے جماعت کے چوٹی کے علمی طبقوں میں قدر و منزلت کی سے دیکھا گیا اسی دور کی یادگار تفسیر ہے۔ اردو رسالہ سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد ۲ میں ان سب تفاسیر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ قادیان سے ان ایام میں مولوی عبداللطیف صاحب گجراتی نے رسالہ تعلیم الدین جاری کیا جس سے جماعت پر قرآن سیکھنے کی راہیں آسان تر ہو گئیں۔

مولانا ظفر علی خان کا اعلانِ حق

حضرت المصلح الموعودؓ کے عہد مبارک کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ اس میں دنیا بھر کے اندر تبلیغ اسلام کے مشنوں کا جال بچھ گیا اور قرآن کے روحانی تربیت خازن سے قرآنی انقلاب کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ اسی لئے مولانا ظفر علی خان صاحب مدیر زمیندار نے مخالفین احمدیت کو مخاطب کر کے اعلان کیا تھا:—

"کان کھول کر سنو! تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے تمہارے پاس کیا دھرا ہے ..... تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا ..... مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن، من، دھن بھی اس کے اشارے پر اس کے پاؤں پر نچھاور کرنے کو تیار ہے ..... مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں، مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں اس نے جھنڈے گاڑ رکھے ہیں۔" (ایک خوفناک سازش ص ۱۹۶ مؤلفہ جناب مظہر علی صاحب اظہر)

مرکزی نظامِ تعلیم کے استحکام کے دوسرے ذرائع

قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ نے تعلیم قرآن کے

مرکزی نظام کو مضبوط اور مستحکم بنانے کے لئے اور متعدد ذرائع بھی اختیار فرمائے مثلاً :-

(۱) احمدی خواتین کے لئے لجنہ اماء اللہ جیسی انقلاب انگیز تنظیم قائم فرمائی (۲) حفظِ قرآن کی تحریک کی جس سے جماعت میں کئی حفاظ پیدا ہوئے (۳) مرکز میں ایک متفرق کلاس کھولی گئی جس میں مقامی اور بیرونی طلبہ کو قرآن مجید سکھایا جاتا تھا۔ (۴) واعظِ مقامی کا تقرر عمل میں لایا گیا جس سے مختلف مرکزی مقامات کے درس و تدریس کو باقاعدہ بنانے میں بہت مدد ملی۔ (۵) نوجوانانِ احمدیت میں قرآن عظیم پڑھنے اور سمجھنے کا خاص ذوق اور جذبہ پیدا کرنے کے لئے تعلیم القرآن کلاس کا اجراء عمل میں آیا۔ (۶) تعلیم الاسلام کالج کو دوبارہ قائم کیا گیا تا نئی نسل دنیاوی علوم کے ساتھ ساتھ قرآن مجید سے واقف ہو کر اسلام کی دالہ و شیدا بنے۔

درویشوں کی خدمتِ قرآن

سیدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لے آئے اور بھارت میں اشاعتِ قرآن کی اہم ترین ذمہ داری براہِ راست درویشانِ قادیان اور بھارتی احمدیوں کے کندھوں پر آ گئی۔ حالات پُرخطر اور ذرائع بہت محدود تھے۔ با ایں ہمہ انہوں نے اپنی جانوں کو ہتھیلی پہ رکھا اور صبر و استقامت اور دعا اور توکل اور پاک نمونہ کے ساتھ اس ملک میں انوارِ قرآنی پھیلاتے چلے گئے۔ مساجد میں اذان، نماز اور درس تو عہدِ درویشی کے پہلے دن سے جاری تھا۔ اس کے علاوہ مدرسہ احمدیہ، تعلیم الاسلام مڈل سکول، نصرت گرلز مڈل سکول، دیہاتی مبلغین کلاس اور حافظ کلاس جیسے ادارے پھر سے قائم کر لئے اور قادیان کو اشاعتِ قرآن کا از سرِ نو فعال مرکز بنانے میں اللہ کے فضل و کرم سے کامیاب ہو گئے۔ زمانۂ درویشی میں مرکزِ قادیان کے زیرِ اہتمام دنیا کی جن بڑی شخصیتوں کو اسلامی لٹریچر بالخصوص قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ دیا گیا ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:-

ملکہ الزبتھ (انگلستان)، جنرل آئزن ہاور صدر جمہوریہ امریکہ، مارشل بلگانن وزیر اعظم روس، مسٹر خروشچیف وزیر اعظم روس، چواین لائی وزیر اعظم چین، مسٹر جمال عبد الناصر صدر جمہوریہ عرب، دلائی لامہ (بدھ مذہب کا لیڈر) اندرا گاندھی (موجودہ وزیر اعظم بھارت)

ربوہ میں انوارِ قرآنی کی اشاعت

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ۲۰ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ربوہ کا سنگِ بنیاد رکھا اور اس مرکزِ اشاعتِ قرآن کی شاندار ترقی کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کرنے کے بعد ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔

حضورِ انور نے خدمت و اشاعتِ قرآن کی مہم قادیان میں شروع کر رکھی تھی وہ انتہائی ناموافق ماحول اور نامساعد حالات کے باوجود نہ صرف پوری قوت سے جاری رکھی بلکہ اس میں پہلے سے زیادہ حرکت پیدا کر دی۔

اور اپنے درس قرآن، خطبات جمعہ، مختلف اجتماعات اور سالانہ جلسہ کے معرکۃ الآراء خطابات سے قرآنی علوم اور قرآن مجید کے معارف کا دریا بہا دیا۔

جہاں تک تفسیر پر مشتمل تالیفات کا تعلق ہے ربوہ کا یہ دور ایک سنہری دور ہے جس میں تیسویں پارہ کی تفسیر کبیر کے علاوہ سورۃ بقرہ، مریم، طٰہٰ، انبیاء اور سورۃ حج، مومنون، نور، فرقان، شعراء، نمل، قصص اور عنکبوت کی تفسیر کبیر منظر عام پر آئی دیباچہ تفسیر القرآن کے دو اردو ایڈیشن چھپے، اس کے بعد ۱۹۵۷ء میں تفسیر صغیر جیسی مختصر مگر جامع اور نہایت شاندار تفسیر چھپی جس سے دنیائے تفسیر میں ایک نئے انقلابی دور کا آغاز ہوا اس تفسیر نے علمی حلقوں کو یہ کرتے ہیں بھاری مدد دی ہے اور اپنوں اور بیگانوں میں اس کو یکساں مقبولیت حاصل ہوئی ہے اور زمانہ کی نئی سے نئی ضروریات اور جدید تقاضوں کی بناء پر ہر آنے والا دن اس کی افادیت میں اضافہ کا موجب بن رہا ہے۔ یہی وہ تفسیر ہے جس کو مولانا عبدالماجد دریاآبادی اور علامہ نیاز فتح پوری جیسے متین مسلمان علماء نے بھی سراہا ہے اور پاکستانی پریس نے اس پر عمدہ تبصرے کے ربوہ سے حضور کی تفسیر کبیر کا نہایت عمدہ اور نفیس خلاصہ بھی تین جلدوں میں "مخزن معارف" کے نام سے شائع ہوا جو پیر معین الدین صاحب کی محنت و عرق ریزی کا مرہون منت ہے۔ جماعت احمدیہ کے مرکزی اداروں نے دور قادیان کی طرح علوم قرآنی پھیلانے میں بہت جدوجہد کی، خدام الاحمدیہ اور انصاراللہ کی تربیتی کلاسوں اور اجتماعوں نے اگلی نسل میں قرآنی علوم منتقل کرنے میں بھاری کردار ادا کیا جیسا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔

قرآن کی اشاعت کا ایک خاص مرکزی انتظام

حضرت مصلح موعودؓ کے عہد خلافت کے آخری سالوں میں یہ ہوا کہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے زیر اہتمام فضل عمر تعلیم القرآن کلاس جاری ہوئی جو خدا کے فضل سے اب تک ایک آدھ وقفہ کے سوا باقاعدگی سے ہر سال منعقد ہو رہی ہے اور اس کے بڑے خوشگوار نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔

ضرورت تھی کہ مرکز احمدیت میں اردو اور غیر ممالک کی زبانوں میں اسلامی لٹریچر اور تفسیر قرآن شائع کرنے کے لئے نشریاتی ادارے قائم کئے جائیں۔ اس مقصد کے پیش نظر حضرت مصلح موعودؓ نے الشرکۃ الاسلامیہ اور دی اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ اور ادارۃ المصنفین کے نام سے تین عظیم الشان اداروں کی بنیاد رکھی۔

قادیان میں حضور نے تراجم قرآن کی جو عظیم الشان تحریک فرمائی اس کے شیریں ثمرات سامنے آنے لگے چنانچہ سواحیلی، جرمن اور ڈچ ترجمے حضور کی زندگی میں طبع ہو گئے اور غیر مسلم دنیا کو قرآن کے قریب لانے اس کی عظمتوں اور رفعتوں سے روشناس کرانے اور بہتوں کو اسلام میں لانے کا موجب بنے۔

قرآن مجید دنیا کے کناروں تک

حضرت مصلح موعودؓ کے عہد خلافت میں جن ممالک

میں مسلم مشن قائم ہوئے اور آپ کے خدام کے ذریعہ آفتاب قرآنی کی شعاعیں پھیلیں ان کے نام یہ ہیں:-

برطانیہ، سپین، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، جرمنی، سکینڈے نیویا، شمالی امریکہ، برٹش گی آنا، انڈونیشیا، سنگاپور، بورنیو، نائیجیریا، غانا، سیرالیون، لائبیریا، گیمبیا، آئیوری کوسٹ، ٹرینیڈاڈ، ٹوگولینڈ، تنزانیہ، جنوبی افریقہ، ماریشس، اسرائیل، شام، عراق، فجی،

خلافتِ ثالثہ

۸ نومبر ۱۹۶۵ء سے خلافتِ ثالثہ کا انقلاب انگیز دور شروع ہوا۔ جناب الٰہی کی طرف سے سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ پر اوائل خلافت میں ہی یہ القاء ہوا۔ کہ آئندہ صدی غلبۂ اسلام اور غلبہ قرآن کی صدی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نے دنیا بھر میں پھیلی ہوئی احمدی جماعت کی روحانی قیادت سنبھالتے ہی ان کے اندر تعلیم قرآن کی ایک نئی روح پھونک ڈالی تا جب احمدی نوجوانوں کی عالمی قیادت کی باگ ڈور سنبھالنے کا مرحلہ شروع ہو تو لاکھوں کروڑوں معلمین قرآن، ماسکو، لنڈن، وینکس، برلن، پیکنگ، واشنگٹن، نیویارک اور دنیا کے دوسرے شہروں، قصبوں اور بستیوں کو قرآن سکھانے کے لئے موجود ہوں اور ساری دنیا کے دل قرآن سے جیت کر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں رکھ دیں۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا ؎

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا
کہ جب تعلیم قرآں کو بھلایا

اللہ تعالیٰ چونکہ جلد مسلمانانِ عالم کو شوکتِ رفتہ عطا کر کے عروج و رفعت کے مینار بلند تک پہنچانا چاہتا ہے اس لئے اس نے محض اپنے فضل و کرم سے خلافتِ ثالثہ کو تعلیم قرآن کا نشان (Symbol) بنا دیا ہے اور پوری جماعت احمدیہ حضرت مہدی موعودؑ کے اس لطیف شعر کی عملاً مصداق بنی ہوئی ہے کہ ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

خلافتِ ثالثہ کے قیام پر گیارہ سال بیت رہے ہیں۔ اس مختصر سے عرصہ میں قرآن مجید کی عالمگیر اشاعت کی بہت سی کٹھن منزلیں اتنی تیزی سے طے ہوئی ہیں کہ انسان ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے ڈینش، اسپرنٹو، یوروبا، یوگنڈا اور انڈونیشین زبان کے تراجم قرآن منظر عام پر آ چکے ہیں۔ تفسیر صغیر کے متعدد عکسی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ قرآن مجید کا چھوٹی تقطیع پر نہایت خوبصورت صورت میں انگریزی ترجمہ ربوہ سے بکثرت شائع ہو کر دنیا کے کناروں تک پہنچ چکا ہے۔ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ قرآنی تفسیر حضور کی کتب و ملفوظات سے ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب ہو چکی ہے اور چار جلدوں میں سورۃ توبہ تک انتہائی دیدہ زیب اور دلکش آفسٹ چھپائی کے

ساتھ زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے اور بقیہ سورتوں کی تفسیر بھی عنقریب شائع ہونے والی ہے۔ دوسرے علوم کی طرح قرآنی تفسیر کے ریسرچ بھی اصولی طور پر پوری جامعیت کے ساتھ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی تحریرات و فرمودات میں موجود ہیں۔ لہٰذا اُس کو تناور درخت کی شکل دینے کے لئے حضور کی بیان فرمودہ تفسیر کو اپنی ریسرچ کے بنیادی ماخذ بنانا ضروری ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ اور راہنمائی سے جماعت احمدیہ اس قیمتی اور دائمی اور لازوال خزانہ سے مالامال ہو رہی ہے۔

تعلیم قرآن کی انفرادی مساعی

خلافتِ ثالثہ میں سلسلہ احمدیہ کے اہل قلم بزرگ اور فاضل علوم قرآنی کی اشاعت کے لئے انفرادی رنگ میں بھی قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مثلاً حضرت مولانا عبداللطیف صاحب بہاولپوری نے تفسیر سورۃ یٰسین اور سورۃ کہف شائع فرمائی۔ خالد احمدیت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب "الفرقان" میں "البیان" کے زیر عنوان کلام اللہ کا سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ معہ مختصر تفسیر کے بالاقساط سپردِ اشاعت فرما رہے ہیں۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر مولوی فاضل نے نہایت سہل اور جدید طرز پر ترجمہ قرآن سکھانے کے لئے "تبشیر القرآن" کی متعدد جلدیں چھپوائی ہیں وجزاھم اللہ احسن الجزاء

تفسیر قرآن پر مشتمل خطبات و تقاریر

یہ مساعی خالص انفرادی نوعیت کی ہیں جبکہ جماعتی سطح پر اشاعتِ قرآن کی جدوجہد امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ نے بعد التوالی کی ہدایت سے جاری کر رکھی ہے اس کا نقطہ مرکزیہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیان فرمودہ تفسیر کے بعد تفسیر صغیر اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے پُرمعارف خطبات اور ایمان افروز تقاریر ہیں جن میں زمانہ کے نئے اور جدید تقاضوں کے مطابق قرآنی علوم و معارف کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ تشنہ روحوں کے لئے وصل ولقا کا شربت ثابت ہو رہے ہیں جن کی صحیح قدر و منزلت کا اندازہ فرقانِ حمید کی سچی معرفت رکھنے والے ہی کر سکتے ہیں۔

ذیل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے کتابی شکل میں مطبوعہ خطبات و تقاریر کی ایک فہرست دی جاتی ہے:-

۱۹۶۶ء: (۱) تحریک جدید دفتر سوم اور صدر انجمن کے چندوں کی نسبت زریں ہدایات (۲) تین اہم امور (۳) قرآنی انوار۔

۱۹۶۷ء: (۱) رسومات کے خلاف اعلان جہاد (۲) امن کا پیغام اور ایک حرفِ انتباہ۔ (۳) تعمیر بیت اللہ کے تیئیس عظیم الشان مقاصد (۴) فضل عمر فاؤنڈیشن میں رضاء الٰہی کی خاطر دل کھول کر حصہ لیں۔

۱۹۶۸ء: حیاتِ طیبہ۔

۱۹۶۹ء : (۱) عظمتِ قرآن پاک (۲) اسلام کے اقتصادی نظام کے اصول اور فلسفہ۔

۱۹۷۰ء : (۱) احمدی ڈاکٹروں سے بصیرت افروز خطاب (۲) ربوہ کے ماحول کو پاکیزہ رکھو۔ (۳) صفاتِ باری تعالیٰ کے مظہر اتم۔ انسانیت کے محسنِ اعظم کی عظیم روحانی تجلیات (۴) ایک سچے اور حقیقی خادم کے بارہ اوصاف۔

۱۹۷۱ء : (۱) حالاتِ حاضرہ کے متعلق ایک اہم خطبہ (۲) پاکستان اس وقت انتہائی قربانیوں کا محتاج ہے۔

۱۹۷۲ء : (۱) مجلس خدام الاحمدیہ کی سالانہ تربیتی کلاس سے خطاب (۲) لجنہ کے پندرھویں سالانہ اجتماع میں بصیرت افروز خطاب۔

۱۹۷۳ء : (۱) مقامِ محمدیت کی تفسیر۔ (۲) آزاد کشمیر اسمبلی کی ایک قرارداد پر تبصرہ

۱۹۷۴ء : حقوق انسانی اور پاکستان کا آئین۔

۱۹۷۵ء : (۱) احمدی خواتین سے ایمان افروز خطاب

۱۹۷۶ء : جلسہ سالانہ کی دعائیں۔

تعلیمِ قرآن کا ایک انتخاب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے تفسیر کبیر میں غرباء اور یتامیٰ کی نسبت متعدد مقامات پر قرآنی تعلیم پر روشنی ڈالی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد مبارک پران کا ایک حسین انتخاب "اسلام غریبوں اور یتیموں کا محافظ" کے نام سے چھپا اور حکومت پاکستان کے سیاسی، مذہبی، سماجی اور عوامی حلقوں میں دلچسپی اور توجہ سے پڑھا گیا اس انتخاب سے اسلام اور قرآن کی اس عالمگیر روحانی حکومت کا ایک بہترین نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے جو مستقبل میں حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی جماعت کی اشاعتِ قرآن کے ذریعہ قائم ہونے والی ہے۔

اشاعتِ قرآن کی مبارک تحریکات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کے ہوٹلوں میں قرآن مجید رکھوانے کے انتظامات کی طرف توجہ فرمائی۔ نیز سب مشہور زبانوں میں قرآنی تراجم کی طباعت واشاعت کے لئے ربوہ میں قرآن پبلیکیشنز اور قرآن پرنٹرز جیسے عظیم اداروں کی بنیاد رکھی اور جدید طرز کا ایک شاندار پریس قائم فرمایا۔ ہمارے پیارے امام ہمام نے سلسلہ احمدیہ کی صد سالہ جوبلی کی عظیم آسمانی تحریک فرمائی تھی۔ اس بابرکت تحریک کے پروگرام میں عالمگیر اشاعتِ قرآن اور دعاؤں کو بنیادی اور کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ جس کا مقصد قرآن کے آبِ حیات کو ہر براعظم، ہر شہر، ہر گھر بلکہ ہر دل تک پہنچانا ہے۔ بالخصوص "تعلیم القرآن" اور "وقفِ عارضی" کی مقدس تحریکوں کا صد سالہ جوبلی کی تقریب سے نہایت گہرا تعلق ہے۔ اسی لئے حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے پوری جماعت کو مخاطب کرکے فرمایا:—

"ضروری ہے کہ ہر احمدی اپنے دل کو
نورِ قرآن سے اتنا منور کرے کہ

دیکھنے والوں کو اس کے وجود میں قرآنی نور ہی نظر آئے اور پھر ایک معلم اور استاد کی حیثیت سے تمام دنیا کے سینوں کو انوارِ قرآنی سے منور کرنے میں ہمہ تن مشغول ہو جائے۔"
(انوارِ قرآنی صفحہ ۶۲)

تحریک تعلیم القرآن کا شاندار مستقبل

تحریک تعلیم القرآن اس شان کی تحریک ہے کہ اس کی نسبت ۱۹۶۶ء کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو رؤیا میں یہ کشفی نظارہ دکھایا گیا کہ:۔

"جس طرح بجلی چمکتی ہے اور زمین کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک روشن کر دیتی ہے اسی طرح ایک نور ظاہر ہوا اور اس نے زمین کو ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک ڈھانپ لیا پھر میں نے دیکھا کہ اس نور کا ایک حصہ جیسے مجسم ہو رہا ہے پھر اس نے الفاظ کا جامہ پہنا اور ایک پرشوکت آواز فضا میں گونجی جو اس نور سے ہی بنی ہوئی تھی اور وہ یہ تھی
"بُشریٰ لکم"

حضور نے فرمایا:۔

"مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ جو نور میں نے اس دن دیکھا تھا وہ قرآن کا نور ہے جو تعلیم القرآن کی سکیم اور عارضی وقف کی سکیم کے ماتحت دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہم میں برکت ڈالے گا اور انوار قرآنی اسی طرح زمین پر محیط ہو جائیں گے جس طرح اس نور کو میں نے زمین پر محیط ہوتے دیکھا ہے" (صفحہ ۹۳)

ایک سربستہ راز کا انکشاف

اس نورانی کشف سے یہ سربستہ راز بھی کھل جاتا ہے کہ حدیث میں مہدی موعود کی جماعت کے دار الہجرت کو "طور" سے موسوم کرنے میں ایک یہ حکمت بھی کارفرما ہے کہ جس طرح طور پہاڑ پر تجلیات الٰہیہ کا ظہور تورات کے نور کی صورت میں ہوا اسی طرح اس دار الہجرت کے ذریعہ بھی قرآنی انوار کا ایسا نزول ہوگا کہ وہ پوری دنیا کو اپنے احاطہ میں لے کر اس کے ذرہ ذرہ کو روشن کر دیں گے اور بقعۂ نور بنا دیں گے۔

خلاصہ

یہ ہے معمولی سی جھلک تعلیم قرآن کے ان دو عالمی مراکز کی قرآنی خدمات کی جن کی خبر نبیوں کے سردار، رسولوں کے فخر، سید ولد آدم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ صدیاں قبل دی جبکہ ان مراکز کا دنیا میں نام و نشان تک نہ تھا کیا مشرق و مغرب میں آباد غیر مسلم دنیا میں کوئی ایک بھی ایسا رجل رشید نہیں جو آنحضورؐ کے اس بے مثال معجزہ کو مشاہدہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن عظیم پر ایمان لے آئے!!

دوسرا نعتیہ مشاعرہ

سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدیم المثال مناقب کمالات کے اظہار کیلئے

ربوہ میں نعتیہ مجلس مشاعرہ کا انعقاد

گزشتہ سال کی طرح امسال بھی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کی اجازت سے نظارت اصلاح و ارشاد (تعلیم القرآن) کے زیر اہتمام نعتیہ مشاعرہ منعقد ہوا۔ روزنامہ الفضل ۳۰ اکتوبر ۱۹۷۶ء میں اس کی حسب ذیل روداد شائع ہوئی ہے:۔

ربوہ۔ ۲۸ اخاء ۱۳۵۵ ہش (مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۶ء) آج بروز جمعرات بعد نماز عشاء مسجد مبارک میں وسیع پیمانہ پر ایک مجلس مشاعرہ زیر صدارت محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ منعقد ہوئی۔ جس میں ربوہ اور بیرونجات کے ۲۵ احمدی شعراء نے اپنے آقا و مولا سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مختلف زبانوں میں منظوم ہدیہ عقیدت و خلوص پیش کرنے اور حضور کے فضائل و مناقب کا اظہار کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان احمدی شعراء کا کلام بالعموم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان عدیم المثال کمالات کا مظہر تھا جنہیں اس زمانہ میں خصوصیت کے ساتھ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمایا ہے۔

مقامی احباب کثیر تعداد میں اس مبارک محفل میں شامل ہوئے۔ یہ محفل بعد نماز عشاء آٹھ بجے شب شروع ہو کر سوا دس بجے تک جاری رہی۔ اس کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جو کہ مشرقی افریقہ کے ایک طالب علم احمد داؤد صاحب متعلم جامعہ احمدیہ نے کی۔ بعدہٗ محترم مولانا ابوالعطاء صاحب نے مختصر طور پر اس مجلس کی اہمیت و ضرورت کو واضح فرمایا۔ اس کے بعد سب سے پہلے بطور تبرک حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کے نعتیہ اشعار

علی الترتیب مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب واقفِ زندگی (وکیل المال اوّل) مکرم راشد صاحب (کارکن دفتر تحریکِ جدید) اور مکرم مختور احمد صاحب (متعلم جامعہ احمدیہ) نے خوش الحانی کے ساتھ پڑھ کر سنائے جس کے بعد مندرجہ ذیل مقامی شعراء نے اپنی نظمیں پڑھیں:-

(۱) مکرم مولوی محمد اعظم صاحب اکسیر مربی سلسلہ (۲) مکرم شیخ نصیر الدین احمد صاحب سابق مبلّغِ اسلام افریقہ (۳) مکرم صوفی محمد اسحٰق صاحب سابق مبلغ اسلام افریقہ (۴) مکرم خواجہ عبد المومن صاحب (۵) مکرم عبد الرحیم صاحب راٹھور (۶) مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری سابق مبلغِ اسلام افریقہ و جزائر فجی (۷) مکرم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب منگلا مربی سلسلہ (فارسی زبان میں) (۸) مکرم ڈاکٹر راجہ نذیر احمد صاحب ظفر (۹) مکرم ماسٹر فضل الرحمٰن صاحب بسمل (۱۰) مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب واقفِ زندگی (۱۱) مکرم مرزا محمد افضل صاحب (پنجابی زبان میں) (۱۲) مکرم محمد جلال صاحب شمس مربی سلسلہ (ترکی زبان میں) (۱۳) مکرم پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب (۱۴) مکرم خلیل الرحمٰن صاحب تمبل (طالب علم)

ان مقامی شعراء کے بعد مندرجہ ذیل بیرونجات کے شعراء کرام کی نظمیں پڑھی گئیں:-

(۱) مکرم عبد الکریم صاحب قدسی لاہور (۲) مکرم محمد ابراہیم صاحب شاد شیخوپورہ (۳) مکرم میر مبشر احمد صاحب طاہر پشاور (۴) مکرم مبشر احمد صاحب نسیم گوجرانوالہ حال راولپنڈی (۵) مکرم ارشاد احمد صاحب شکیب جیکب آباد سندھ (۶) مکرم میجر (ریٹائرڈ) منظور احمد صاحب ساہیوال (۷) مکرم فیض عالم صاحب فیض چنگوی کراچی (۸) مکرم قلیس مینائی صاحب کراچی (۹) مکرم قریشی عبد الرحمٰن صاحب آید سکھر (۱۰) مکرم میر اللہ بخش صاحب تسنیم راہوالی ضلع گوجرانوالہ۔

آخر میں صاحبِ صدر محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے اپنا نعتیہ کلام سنایا۔
بالآخر محترم مولانا ابو العطاء صاحب نے اجتماعی دعا کروائی اور اس طرح یہ مبارک مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ اس کے انتظام کے لئے جو مجلسِ انتظامیہ بنائی گئی تھی۔ اس میں محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب، محترم مولانا ابو العطاء صاحب، محترم چوہدری حمید اللہ صاحب ناظر ضیافت اور محترم چوہدری شبیر احمد صاحب شامل تھے۔ یہ مبارک مجلس اوّل سے آخر تک سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر (زیرِ لب) درود و سلام سے معمور رہی۔
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بابرکت تقریب کے بہترین نتائج پیدا فرمائے۔ آمین!

مدحِ محبوبِ سبحانی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(انتخاب اشعار حضرت مہدی معہودؑ برموقعہ نعتیہ مشاعرہ ۱۹۲۶ء)

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں، دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

مصطفیٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

تیرا مے خانہ جو اک مرجعِ عالم دیکھا
خم کا خم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے

دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے

از کلام حضرت مصلح موعود میرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے

مرا دل اس نے روشن کر دیا ہے
اندھیرے گھر کا وہ میرے دیا ہے

خبر لے اے مسیحا دردِ دل کی
ترے بیمار کا دم گھٹ رہا ہے

مرا ہر ذرہ ہو قربانِ احمدؐ
مرے دل کا یہی اک مدعا ہے

اسی کے عشق میں نکلے مری جاں
کہ یادِ یار میں بھی اک مزا ہے

محمدؐ جو ہمارا پیشوا ہے
محمدؐ جو کہ محبوبِ خدا ہے

ہو اس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شاہنشہِ ہر دو سرا ہے

اسی سے میرا دل پاتا ہے تسکیں
وہی آرام میری روح کا ہے

خدا کو اس سے مل کر ہم نے پایا
وہی اک راہِ دیں کا رہنما ہے

مجھے اس بات پر ہے فخر محمود
مرا معشوق محبوبِ خدا ہے

○

پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

کلامِ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا

"ذیل کا بند محسن رحمۃ للعالمین کے عورت کی ہستی پر گراں بار احسان کی یاد دہانی کیلئے ہے اور صرف ہماری صنف سے متعلق ہے۔" (مبارکہ)

دیکھیں نظر وہ وقت بہن جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تو آتی تھی

جب باپ کی جھوٹی غیرت کا خون جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی یوں ماں تیری گھبراتی تھی

یہ خونِ جگر سے پالنے والے تیرا خون بہاتے تھے
جو نفرت تیری ذات سے تھی فطرت پر غالب آتی تھی

کیا تیری قدر و قیمت تھی؟ کچھ سوچ! تری کیا عزت تھی
تھا موت سے بدتر وہ جینا قسمت سے اگر بچ جاتی تھی

عورت ہونا تھی سخت خطا تھے تجھ پر سارے جبر روا
یہ جرم نہ بخشا جاتا تھا تا مرگ سزائیں پاتی تھی

گویا تو کنکر پتھر تھی احساس نہ تھا جذبات نہ تھے
توہین وہ اپنی یاد تو کر! ترکہ میں بانٹی جاتی تھی

وہ رحمتِ عالم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے

ان ظلموں سے چھڑواتا ہے

"بھیج درود اُس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار"

ہم پہ کھولا ہے یہ معراج کی شب نے نکتہ

محترم جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم گوجرانوالہ

قابَ قوسین کی منزل سے گزر کر کس نے — کر لیا وادیِ "اَوْ اَدْنیٰ" کو دم بھر میں عبور
جلوہ افروز ہوا کون اُفقِ اعلیٰ سے — اٹھ گئی کس کے لئے کشمکشِ غیب و حضور

نطق ہے پاک بہر رنگ "ھویٰ" سے کس کا — "وحی یوحیٰ" سے گہر ریز زباں کس کی ہے
شوقِ تعلیم میں کون آیا "دنیٰ" تک بڑھتا — شان بے مثل "تدلّٰی" سے عیاں کس کی ہے

"ماغویٰ" کا دیا اعزاز خدا نے کس کو — کون "ماضلّ" کے ارشاد سے ممتاز ہوا
"ماطغیٰ" کس کی نظر کے لئے فرمایا گیا — کون "مازاغ" کی نعمت سے سرافراز ہوا

کون شاگرد "بڑی قوتوں والے" کا ہوا — اور "ذومرّہ" نے تسنیم سکھایا کس کو
کون دنیا میں ہے محبوبِ خداوندِ جلیل — رازدانِ محفلِ ہستی کا بنایا کس کو

شان ہے "ماکذب" کس دلِ نورانی کی — جلوہ گر سامنے کس کے ہوئیں دلکش آیات
کس کو طوفانِ تجلی نے فلک پر ڈھانپا — جذب سینے میں کئے کس نے سب انوارِ صفات

ہم پہ کھولا ہے یہ معراج کی شب نے نکتہ — کتنا مومن سے فرشتوں کا فروتر ہے مقام

دے سکا ساتھ نہ جبریل امیں بھی تیرا
سرورِ ہر دو جہاں تجھ پہ صلوٰۃ اور سلام

○

ظہورِ خیر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

محترم جناب میرزا طاہر احمد صاحب

اک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی — جو نور کی ہر شمع ظلمات پہ وار آئی
تاریکی پہ تاریکی، اندھیرے پہ اندھیرے — ابلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی
ہر سمت فساد اٹھا عصیاں میں ڈوب گئے — ایرانی و تورانی رومی و بخارائی

اللہ رہا کوئی نہ کوئی پیام اس کا
طاغوت کے بندوں نے بھلایا نام اس کا

تب عرشِ معلّٰی سے اک نور کا تخت اترا — اک فوج فرشتوں کی ہمراہ سوار آئی
اک ساعتِ نورانی خورشید سے روشن تر — پہلو میں لئے جلوے بے حد و شمار آئی
کافور ہوا باطل سب ظلم ہوئے زائل — اس شمس نے دکھلائی جب شانِ خود آرائی

ابلیس ہوا غارت چوپٹ ہوا کام اس کا
توحید کی یورش نے در چھوڑا نہ بام اس کا

وہ پاک محمدؐ ہے ہم سب کا حبیب آقا — انوارِ رسالت ہیں جس کی چمن آرائی
محبوبی و رعنائی کرتی ہیں طواف اس کا — قدموں پہ نثار اس کی جمشیدی و دارائی
نبیوں نے سجائی ہے جو بزم مہ و انجم — واللہ اسی کی ہے سب انجمن آرائی

دن رات درود اس پر ہر ادنیٰ غلام اس کا
پڑھتا ہے بصد منت جپتے ہوئے نام اس کا

آیا وہ غنی جس کو جو اپنی دعا پہنچی — ہم در کے فقیروں کی بھی بخت سنوار آئی
ظاہر ہوا وہ جلوہ جو اس نے نگہ پلٹی — تو حسن نظر اپنا سو چند نکھار آئی
اے چشم خزاں دیدہ کھل کھل کہ سماں بدلا — اے فطرتِ خوابیدہ اٹھ اٹھ کہ بہار آئی

نبیوں کا امام آیا اللہ امام اس کا
سب تختوں سے اونچا ہے تخت عالی مقام اس کا

اللہ کے آئینہ خانے سے شریعت کی — نکلی وہ دلہن کر کے جو سولہ سنگھار آئی
اترا وہ خدا طورِ سینۂ[1] محمدؐ پر — موسیٰ کو نہ تھی جس کے دیدار کی بار آئی
سب یادوں میں بہتر ہے وہ یاد کہ کچھ لمحے — جو اس کے تصور کے قدموں میں گزار آئی

وہ ماہِ تمام اس کا مہدیؑ تھا غلام اس کا
روتے ہوئے کرتا تھا وہ ذکر مدام اس کا

دِل اس کی محبت میں ہر لحظہ تھا رام اس کا — اخلاص میں کامل تھا وہ عاشق تمام اس کا

وہ مرزا غلام احمد جس کا در و بام اس کا
گھر اس کا تھا در اس کا زر اس کا تھا دام اس کا

[1] پڑھتے ہیں "سینائے" پڑھا جائیگا

یارب بڑی چاہت سے لب لیتے ہیں نام اُس کا
کیوں آنکھ رہے تشنہ بھر دیجیے جام اُس کا

اے خاتمِ پیغمبراں اے امامُ المرسلیں

تضمین بر نعت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

محترم جناب قیس مینائی کراچی

کہنا کہ اے شاہِ رُسل اے وجہِ تقدیرِ اُمم
لے اپنی اُمّت کی خبر ہاں پھر لصد ناز و نعم
اک بار پھر جود و عطا اک بار پھر لطف و کرم
اِن نِلت یا ریح الصّبا یومًا الی الارض الحرم
بلّغ سلامی روضۃً فیہا النّبیّ المحترم

جس کی زباں صدق و صفا جس کی نظر شرم و حیا
جس کے جمال و حسن میں ہے جلوہ گر نورِ خدا
وہ جس کے فیضِ نور سے روشن ہے ہر ظلمت سرا
من وجہہٗ شمس الضّحٰی من خدّہٗ بدر الدّجی
من ذاتہٖ نور الھدٰی من کفّہٖ بحر الھمم

سورج کو دکھلائے چراغ ہے کس کو اس کی مقدرت
آئینہ ساں حیران ہیں شاہ ہستگانِ منقبت
عرفانہٗ ایماننا فیضانِ آں ہر شش جہت
قرآنہٗ برھاننا نسخًا لادیانٍ مضت
اِذ جاءنا احکامہٗ کلّ الصّحف مار العدم

ہے آج ہر اک مومنِ تن تصویرِ غم محوِ بکا ناقابلِ برداشت ہے اب فرقتِ خیر الوریٰ
اُف زخمِ قلبِ ناتواں اُف ہجرِ ختم الانبیاءؐ اکبادُنا مجروحۃٌ من سیفِ ہجر المصطفیٰؐ

طوبیٰ لاھل بلدۃٍ فیھا النبی المحتشم

اے کاش میرا تن بدن اے کاش روح و جانِ من عشقِ محمد مصطفیٰؐ صلِّ علیٰ میں ہو مگن
اے کاش وقتِ مرگ تک ہو فضلِ ربِّ ذوالمنن یا لیتنی کنت کمن یتبع نبیاً عالماً

یوماً ولیلاً دائماً وارزق کذا لی بالکرم

اے خاتمِ پیغمبراںؐ اے کہ امامُ المرسلیںؐ اے عالی المرتبت ماہِ مبیں روشن جبیں
اے سرپرستِ بے کساں اے قوتِ قلبِ حزیں یا رحمۃً للعٰلمیں انت شفیع المذنبیں

اِکرم لنا یوم الحزین فضلاً وجوداً والکرم

○

اے شہِ کون و مکاں اے رحمتِ پروردگار
"خوب تر از وصفِ مدحِ تو نباشد ہیچ کار" (در زبانِ فارسی)

منظوم جناب چودھری شبیر احمد صاحب وقفِ زندگی

اے شہِ کون و مکاں اے رحمتِ پروردگار میرے گفتار و عمل میں خامیاں ہیں بے شمار
تیرا جود و لطف ہے اک بحرِ ناپیدا کنار میرے دل سے اٹھ رہی ہے یہ صدا بے اختیار

"خوب تر از وصفِ مدحِ تو نباشد ہیچ کار"

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا عالمِ ارض و سما   تیری عظمت کیا بیاں ہو اے شہِ ہر دو سرا
حاملانِ عرش و کرسی ہیں ترے مدحت سرا   اس سرورِ جاودانی سے مجھے کر ہمکنار
"خوب تر از وصف و مدحِ تو نباشد ہیچ کار"

تھا گرفتارِ بلا سب خشک و تر اور بحر و بر   رحمۃ للعالمین بن کر تو آیا وقت پر
تیرے آنے سے کھلے سب رازہائے مستتر   تیرے احسانوں سے یہ ارض و سما ہے زیرِ بار
"خوب تر از وصف و مدحِ تو نباشد ہیچ کار"

بے کسوں کو دستِ ظالم سے ملی آخر نجات   بے بسوں کو تیری برکت سے ملا آبِ حیات
تیرے قدموں سے بنی رشکِ بہاراں کائنات   تیرے دم سے بیقراروں کو ملا امن و قرار
"خوب تر از وصف و مدحِ تو نباشد ہیچ کار"

ہے تری مُہرِ نبوّت چشمۂ فیضِ عمیم   تیرے ہی مرہونِ منت آدم و نوح و کلیم
مہدیٔ دوراں بھی ہے تیرا ہی فرزندِ عظیم   تیرے غلاموں سے ہوا امت کا وہ آموزگار
"خوب تر از وصف و مدحِ تو نباشد ہیچ کار"

جب سے دیکھا دیدۂ شبیر نے تیرا جمال   مٹ گیا دل سے سراسر ہر کہ و مہ کا خیال
کب رہا اب غیر سے پیوند کرنے کا سوال   تو ہمارا دلنواز و دلبر و دلدار و یار
"خوب تر از وصف و مدحِ تو نباشد ہیچ کار"

○

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

محترم جناب میجر منظور احمد صاحب (ریٹائرڈ) ساہیوال

یاد آیا مجھے خالق نے جو فرمایا تھا
"تُو نہ ہوتا تو نہ افلاک بنائے ہوتے
نہ زمیں ہوتی نہ خورشید نہ اِس دُنیا کے
ماہ و پروین سے در و بام سجائے ہوتے"

یاد آیا مجھے براہیم کے وُہ دستِ نیاز
دشتِ وحشت میں اُٹھے تھے جو دُعا کی خاطر
کیا مبارک تھی وُہ ساعت کہ ہوئیں جس میں قبول
اِلتجائیں کہ جو تھیں ارض و سما کی خاطر

اُن کی آمد کا جو سوچیں تو تصوّر کے قریں
ان گِنت صدیوں کے سب دیدہ بہ خواب آئیں
تھک کے بجھ جائیں اُمیدوں کے دیئے جب آخر
پھر وُہ آئیں تو جلو میں کئی مہتاب آئیں

وُہ کہیں جائیں تو واں اُن کی پذیرائی کو
کہکشائیں تہِ افلاک دریچے کھولیں
خیر مقدم کو بڑھیں نور میں ڈُوبے لمحے
چشمۂ کوثر و تسنیم میں چاندی گھولیں

وُہ زمیں پر رہیں آکر تو بشر کی صُورت
دُکھ سہیں، بھوک سہیں دُنیا کے الزام سہیں
خوانِ یغما جو کریں پیش تو پتھر برسیں
ہر گلی کُوچے سے ملتی ہوئی دُشنام سہیں

اپنے زخموں کو جو دیتے ہیں وہ قرینِ طائف — ساری دُنیا کے گُل و لالہ و ریحان نکھریں
وادیٔ مکہ کے سنّاٹوں میں جا کر جس دم — لب کریں وا، تو زر و لعل و جواہر بکھریں

سُرخ رُو خار ہو رنگ سے یہ نقشِ قدم — رہروِ عشق کو تکتے ہیں سوالوں کی طرح
جن سے تو گزرا تھا صدیاں ہوئیں اُن راہوں پہ
ظلمتیں دیتی ہیں لو - اب بھی اُجالوں کی طرح

○

شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محترم جناب ارشاد احمد صاحب شکیب ایم اے جیکب آباد

خوشا یہ رفعتِ شانِ محمدؐ — خدا خود ہے ثنا خوانِ محمدؐ
کھلے ہیں اُن پہ اسرارِ الٰہی — جنہیں حاصل ہے عرفانِ محمدؐ
کسی بُرہان کی حاجت نہیں ہے — محمدؐ خود ہے بُرہانِ محمدؐ
نہ دیکھے بھول کر پھر وہ کسی کو — جو دیکھے روئے تابانِ محمدؐ
حیاتِ جاوداں پائی اُنہیں نے — ہوئے جو کشتۂ آنِ محمدؐ
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ — عنادل در گلستانِ محمدؐ

حقیقت میں تو فرزانے وُہی ہیں — جو ہیں مشہور مستانِ محمدؐ
خُدا کی قربتوں کو پا گئے ہیں — جو ہیں سچے محبانِ محمدؐ
مجھے اپنا ہی دیوانہ بنایا — بھلا یہ کم ہے احسانِ محمدؐ

تمنا ہے شکیبؔ ہنگامِ محشر
ملے سایۂ دامانِ محمدؐ

○

نعت در مدحِ سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم

محترم جناب سلیم شاہجہانپوری نوابشاہ

ہے کوئی حسن کا پیکر مرے خدا کی طرح — ہے کوئی نورِ مبیں اور مصطفےٰؐ کی طرح
عظیم کون ہے محبوبِ کبریاؐ کی طرح — بشر کے واسطے رحمت تھے وہ خدا کی طرح
خدا کا قربِ ملا کس کو مصطفےٰؐ کی طرح — گئے وہ عرش پہ سالارِ انبیاء کی طرح
قسم خدا کی حبیبِ خدا کی بات ہے اور — وگرنہ کوئی بشر بھی نہیں خدا کی طرح
بسی ہوئی ہے فضاؤں میں مشکبوئے نبیؐ — گزر گئے ہیں وہ اِک نرم رو صبا کی طرح
خُدا کے بندے، رسولِ خدا کے شیدائی — چمک رہے ہیں بر اوجِ فلک سُہا کی طرح
فدا ہے جان، خدا و رسول پر میری — انہیں کے در پہ پڑا ہوں میں اِک گدا کی طرح

جفا و جور کا خوگر بنا دیا دل کو — جہاں میں ڈال دی میں نے بھی اک وفا کی طرح
جہاں رنگ جو پھیلا ہے حدِ امکاں تک — ہوا ہے تنگ یہ مومن پہ کربلا کی طرح
قبولیت کے لئے اضطرار لازم ہے — نہیں ہے تیر کوئی مضطرب دعا کی طرح

سلیم اس کو کسی کارِ خیر میں ہی گزار
یہ عمرِ زیست کا جھونکا ہے اک ہوا کی طرح

○

نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(ماخوذ از اشارات مسیح موعود علیہ السلام)

محترم جناب چوہدری سعید احمد صاحب اعجاز

وہ نور نہ تھا ملائکہ میں — وہ نور نہ تھا کہیں فضا میں

وہ نور نجوم میں نہیں تھا — تاروں کے ہجوم میں نہیں تھا
آئینۂ ماہ میں نہیں تھا — سورج کی نگاہ میں نہیں تھا
وہ بحرِ عمیق میں نہیں تھا — یاقوت و عقیق میں نہیں تھا
الماس و گہر میں بھی نہیں تھا — ہیرے کے جگر میں بھی نہیں تھا

وہ نور نہ تھا کہیں جہاں میں — پنہائے زمیں میں نہ آسماں میں
وہ نور کہ حسنِ لامکاں تھا — وہ نور کہ رازِ کن فکاں تھا
تخلیق کی ابتدا سے پہلے — نقشِ ارض و سما سے پہلے
پوشیدہ تھا سینۂ خدا میں
چمکا وہ جبینِ مصطفےٰؐ میں

○

نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرا اعترافِ عجز

محترم جناب مولوی ظفر محمد صاحب ظفرؔ احمد نگر

از لبم توصیفِ احمدؐ کوزہ و یم برترست
مدحتِ خورشید گویا از زبانِ شپرّست
او سراپا نور ہست و من سراپا تیرگی
ذرّہ خاکی منم ، او آفتابِ انورست
من گدائے بے نوا ، او خواجۂ ہر دو سرا
کمترم از خاکِ پا او فخرِ ہر پیغمبرست
من خزانِ بے بہار و او بہارِ بے خزاں

قطرۂ ناچیز من او سلسبیل و کوثر ست

من اسیر نفسِ خویش و در معاصی پیش پیش
او امامِ انبیاءؑ او رہبراں را رہبر ست

از مقاماتِ محمدؐ ہیچ کس آگاہ نیست
جبرئیل از رفعتِ پروازِ او ہم ششدر ست

اے ظفر خاموش شو تو لائقِ مدحش نۂ
می ندانی خامشی از نطقِ بے جا خوشتر ست

○

نعتیہ اشعار در مدحِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

محترم جناب چوہدری علی محمد صاحب سرور ربوہ

اے شہِ لولاکؐ اے عرشِ بریں کے رازداں
تو ہے مسجودِ ملائک وہ ہیں تیرے پاسباں

صنفِ نازک کو دیئے تو نے برابر کے حقوق
ہیں تری توصیف میں وہ آج سب رطب اللساں

اس قدر نزدیک تو اپنے خدا کے ہوگیا
قرب پہ حیراں ہیں تیرے سب رسولانِ جہاں

بعثتِ اولیٰ میں تیری معجزانہ طور پر
بن گئے انسان پہلے تھے جو رندانِ جہاں

بعثتِ ثانی میں بھی تیری مقدر تھا یہی
پاکبازوں کی جماعت تو بنائے گا یہاں

پرچم اسلام لہرائے گا دُنیا میں ضرور   ہے یہ تقدیرِ الٰہی پوری ہوگی بے گماں
ہے دعا سرور کی اپنے ربِّ اعلیٰ کے حضور
سطوتِ اسلام ہو قائم جہاں میں ناگہاں

ذکرِ شہِ ابرار صلی اللہ علیہ وسلم

محترم جناب ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب ربوہ

جس بزم میں ذکرِ شہِ ابرار نہیں ہے   اُس بزم سے کچھ ہم کو سروکار نہیں ہے
جو حُسنِ محمدؐ کا طلبگار نہیں ہے   محروم ہے دیوانہ ہے ہُشیار نہیں ہے
جس میں متبسم نہیں گُل روئے محمدؐ   ویرانہ ہے گلزار وہ گلزار نہیں ہے
جس آنکھ نے دیکھا نہیں اُس نور کا جلوہ   اُس آنکھ میں حسن نور کی بیدار نہیں ہے
جو کان شناسا نہیں گلبانگِ نبیؐ سے   وہ واقفِ خوش بختیٔ گفتار نہیں ہے
جب تک نہ کرن نورِ محمدؐ کی در آئے   تاریک ہے دل مہبطِ انوار نہیں ہے
جو ذہنِ رسا فکرِ [illegible] نہیں دُنیا   وا اُس کے لئے عالمِ اسرار نہیں ہے
جو ہاتھ نہیں [illegible]   معتوب ہے مفلوج ہے درکار نہیں ہے
جھکتی نہیں جو روح [illegible] رسولؐ پر   دربارِ خدا میں کبھی اُسے بار نہیں ہے

جس سر پہ نہ ہو سایۂ دامانِ محمدؐ — اللہ کی رحمت کا وہ حقدار نہیں ہے
گزرے ہیں بہت بحرِ محبت کے شناور — پر اک کوئی آپ سا جی دار نہیں ہے
جو بات کہی اس پہ عمل کر کے دکھایا — کردارِ نبیؐ سا ہے کوئی پندار نہیں ہے
آئے کوئی آکر مجھے وہ وصف بتائے — جس وصف کا حامل میرا دلدار نہیں ہے
دل سب نے نچھاور کیے اخلاقِ نبیؐ پہ — ہاتھوں میں کوئی جبر کی تلوار نہیں ہے
بوبکرؓ و عمرؓ والہ و شیدا ہیں غنیؓ بھی — حلقہ میں فقط حیدرِ کرارؓ نہیں ہے
اے چشم بنی سرمہ نہ کیوں خاکِ مدینہ — یہ عشق کا پیرایۂ اظہار نہیں ہے
چھوٹا ہے نہ چھوٹے گا کبھی آپ کا دامن — اس راہِ وفا میں کوئی دیوار نہیں ہے
ہے اہلِ صفا کے لیے دل عرشِ الٰہی — کعبہ میں کوئی آہنی دیوار نہیں ہے
کیا وصف بیاں مجھ سے ہو اطوارِ نبیؐ کا — بس ہے مجھے کچھ طاقتِ اظہار نہیں ہے

کیوں رشک نصیر آئے نہ قسمت پہ تمہاری
کیا نعت تیرا طالعِ بیدار نہیں ہے

○

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

محترم جناب قریشی عبدالرحمٰن صاحب بدر امیر جماعتہائے احمدیہ سکھر و حیدرآباد

یہ جمالِ احمدِ مجتبیٰؐ جو بشر کی آنکھ کا نور ہے — یہ تجلیوں میں ہے روشن اسی دلربا کا ظہور ہے

یہ زمیں یہ چاند یہ کہکشاں یہ سحر یہ محفلِ انس و جاں — یہ شمیمِ گل یہ نسیمِ صبح فضا میں کس کا ظہور ہے
تُو حبیبِ حضرتِ کبریا تری شان جلّ علیٰ ہے کیا — نہیں گو یقیں کہ خدا مگر تُو خدا نما تو ضرور ہے
تُو بدایتوں کا منتہا ہیں ترے ہر سخن میں رموز ہیں — جو بشر کے روپ میں ڈھل گیا تو خدا کے کعبہ کا نور ہے
تُو ازل کی صبح کا رازداں تو ابد کی شام سے باخبر — تُو حریمِ ناز کا آشنا تو سراپا جلوۂ طور ہے
نہ طلب کروں گا میں دولتیں نہ امارتیں نہ حکومتیں — مرا دل غنی ہے بفضلہٖ کہ نصیبِ عشقِ حضور ہے

تُو ہے نازشِ صفِ انبیاء تو کمالِ عظمتِ اتقیاء
ترا تاج ختمِ مرسلیں تو ابد کے دل کا سرور ہے

○

نعتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

محترم جناب عبدالکریم صاحب قدسی لاہور

تابشِ عشقِ محمدؐ ملی جب سے مجھ کو — خوف آتا نہیں تاریکیٔ شب سے مجھ کو
میں خطاکار سہی پر ہوں ثناخوانِ رسولؐ — لوگ کیوں دیکھتے ہیں چشمِ غضب سے مجھ کو
صبحِ دیدار کی مل جائے ضیا یا رب کرن — ظلمتِ شب نے ہے گھیرا ہوا کب سے مجھ کو
حشر میں آپ کا ہی لطفِ شفاعت مانگوں — خلق پہچان لے حسنِ طلب سے مجھ کو
آپ کے در سے کہیں لوٹ نہ جاؤں خالی — بھیک بھی مانگنا آتی نہیں ڈھب سے مجھ کو

گر ملے مدحتِ حسانؓ کا پرتو قدسی
کوئی شکوہ نہ رہے دستِ طلب سے مجھ کو

○

ہدیۂ عقیدت بحضور سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محترم جناب مبشر احمد صاحب طاہر لسپرورد

آپؐ محبوبِ حق ہیں حبیبِ خدا
آپ شمس و قمر آپ نورالہدیٰ

آپؐ کے دم سے روشن ہیں کون و مکاں
آپؐ سے ابتدا آپؐ سے انتہا

آپؐ ہی مرجعِ خاص بھی عام بھی
آپؐ سے فیض پاتا ہے چھوٹا بڑا

آپؐ کے دم قدم سے بہارِ جناں
آپؐ کے دم قدم سے فضا پُرفضا

آپؐ کی منزلیں آپؐ کی رفعتیں
قابَ قوسین اور سدرۃ المنتہیٰ

آپؐ کی ذات نورٌ علیٰ نور ہے
آپؐ کی ذات ہے بعد ذاتِ خدا

آپؐ آقا مرے ہیں غلام آپؐ کا
ہر بُنِ مُو سے طاہر کے آئے صدا

○

جلوۂ فاراں

(نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم)

محترم جناب راجہ نذیر احمد صاحب ظفر

کیا جلوہ کوئی جلوۂ فاراں کی طرح ہے
خورشیدِ سحر دیدۂ حیراں کی طرح ہے

جاتا ہے کوئی کعبہ کو اور طور پہ کوئی
خود عرش تجھے کوچۂ جاناں کی طرح ہے

ہیں سارے نبی صاحبِ الطاف و عنایات
پر تیری عطا رحمتِ یزداں کی طرح ہے

انساں ہے کتاب اور جہاں اس کی ہے تفسیر
وہ نامِ محمد ہے جو عنواں کی طرح ہے

ہے عشق میں کیا شاہد و سوگند کی حاجت
جب تیری محبت مجھے ایماں کی طرح ہے

جو نور ہے تجھ میں وہ ملائک میں نہیں ہے
گو صورت و بشریت میں تو انساں کی طرح ہے

کوثر سے ترے پیتے ہیں خود خضر و مسیحا
ہر لفظ ترا چشمۂ حیواں کی طرح ہے

کیا حسنِ نظر ہے کہ نگہ جس پہ پڑی ہے
وہ ذرہ حسیں یوسفِ کنعاں کی طرح ہے

وسعت مرے افکار کو بخشی ہے وہ تو نے
پہنائے عالم مجھے زنداں کی طرح ہے

اے بت شکن و عیسیٰ گر و حامی امت
بیمار ترا عیسیٰ دوراں کی طرح ہے

○

نوٹ: باقی نظمیں اگلے شمارہ میں درج ہوں گی۔ انشاء اللہ۔ ——— (ادارہ)

اقتباسات

اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں!

محمد رضا شبیبی دنیائے عرب کے ممتاز شاعر اور ادیب ہیں۔ بغداد (عراق) کے رہنے والے ہیں۔ موصوف متعدد بار عراق کے وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ ذیل میں ان کی ایک عربی نظم کا ترجمہ قارئین کے پیش خدمت ہے۔ یہ نظم انہوں نے ۱۹۳۵ء میں کہی تھی۔ (مرسلہ احمد عبدالخالق، سمن آباد۔ لاہور)

● اگر احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک عالم بالا سے ہمیں دیکھ لے یا ہمارے پاس تشریف لائے تو معلوم نہیں ہمارے متعلق کیا رائے قائم کرے۔

● میرا گمان غالب ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج ہمارے پاس تشریف لے آئیں تو آج ہماری قوم کے ہاتھوں آپ کو اسی قسم کے مصائب اور اعراض وانکار حق سے دوچار ہونا پڑے گا جس طرح کہ آپ کفار مکہ کے ہاتھوں دوچار ہوئے (کیونکہ ہماری قوم آج کسی مصلح کے وجود کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں)

● کیونکہ ہم نور حق سے ——— جس کو لے کر آپ مبعوث ہوئے تھے اور جس نے انسانی زندگی کے ہر گوشے کو تابناک بنا دیا تھا ——— اسی طرح روگردانی کر چکے ہیں جس طرح قریش نے اس سے منہ موڑا تھا اور گڑھے میں جا گرے تھے۔

● اور پھر آپ یقیناً یہ فیصلہ فرمائیں گے کہ لوگ جس ڈگر پر چل رہے ہیں وہ میرا بتایا ہوا راستہ نہیں ہے اور آخری زمانہ کے لوگوں نے جس مذہب کا طوق اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے وہ میرا مذہب ہرگز نہیں ہو سکتا

● میں نے تو تم کو توحید کی دعوت دی تھی جو تمہارے اتحاد و اتفاق اور تمہاری شیرازہ بندی کا موجب تھی۔ تفرقہ و تشتت اور گروہ بندی سے میری دعوت کو کوئی سروکار نہ تھا۔

● میری رسالت کا مقصد یہ تھا کہ تمہارے اندر زندگی اور حرارت پیدا کر دوں۔ اس کے برعکس میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم تو چلتی پھرتی لاشیں ہو (اور زندگی کی کوئی حرارت اور رمق تمہارے اندر نظر نہیں آتی)

● میں نے نہایت آسان اور خامیوں سے پاک شریعت پیش کی تھی جس میں غیر فطری سختیوں اور ہمت سے بڑھ کر کوئی گنجائش نہ تھی لیکن تم نے اسے بڑی جلدی مشکل اور ناقابل عمل بنا کر رکھ دیا۔

● اسلام سے قبل منکرات اور فواحش کو حلال سمجھا جاتا تھا لیکن میں نے انہیں اسلام میں حرام قرار دے دیا۔ اب انہی منکرات و فواحش کا پھر دور دورہ ہے اور انہیں حلال ٹھہرا لیا گیا ہے۔

● امت کو میری یہ وصیت تھی کہ وہ حق کو اختیار کرنے کے بعد اس پر ڈٹ جائے اور اب اس وصیت پر عمل درآمد نہ کرنے والے پر اللہ کی حجت قائم ہو چکی ہے۔

● میں نے (اللہ کی نصرت اور دین حق کی برکت سے) انسانوں کی ایک جماعت کو کسریٰ اور قیصر پر غالب کر دیا تھا اور آج میں دیکھتا ہوں کہ ان کی اولاد ذلیل و خوار ہے

● میں نے قوم کو سمجھانے بجھانے اور پند و نصیحت کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور ہر طرح کے دلائل و براہین کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔

● اور میں نے انسانی دلوں کی گہرائیوں میں چھپے ہوئے روگوں کا علاج کیا حتیٰ کہ وہ ہر قسم کی بیماریوں سے نجات پا کر صحت مند ہو گئے

● اب اس امت کا یہ حال ہو گیا ہے کہ جب جان پر آ پڑتی ہے تو "نفسی نفسی" کہنے والے بہت ہیں (یعنی صرف اپنی ہی نجات ڈھونڈنے والے) مگر میری طرح مصیبتوں کا ہیں "امتی۔ امتی" کسی کی زبان سے نہیں نکلتا (یعنی امت مسلمہ کی بھلائی اور خیر خواہی کی کوئی فکر نہیں کرتا)

● اے میری روح! یہ میری امت نہیں ہے اور نہ یہ میرا قبیلہ ہے یہاں سے گزرتا جا اور ادھر رخ کر کے نہ دیکھ۔"

(منقول از رسالہ ترجمان الحدیث لاہور اکتوبر و نومبر ۱۹۷۶ء)

(۲) "مسلمانوں کے لئے باعث ننگ"

فاضل مدیر روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۶ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں:۔

"ہمارا یہ ایمان ہے کہ اسلام ابدی دین ہے اللہ تعالیٰ خود اس کا محافظ و نگہبان ہے اور اگر اس دور کے مسلمان اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں ناکام رہے تو اللہ دین کی سربلندی کے لئے خود کوئی جمعیت پیدا کر دے گا۔ اس لئے ہم اسلام کے مستقبل سے مایوس نہیں۔ بہرکیف انسان اس وقت بڑے نازک دور سے گزر رہا ہے ایک جانب ہولناک ایٹمی جنگ کے بھیانک خطرات اس کے ذہن میں خوف طاری کئے ہوئے ہیں اور دوسری جانب اس کے خود ساختہ اقتصادی، معاشی، قانونی اور عدالتی نظاموں نے اسے ایک عجیب اضطراب و اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس کے مضطرب قلب و روح کسی نئے نظام کے متلاشی ہیں ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ و ایمان ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ وہ مکمل ترین ضابطہ حیات ہے جو ہر دور میں انسان کو دنیوی و اخروی نجات کا ضامن ہو سکتا ہے لیکن ہماری اپنی یہ حالت ہے کہ پڑھے لکھے مسلمان الا ماشاء اللہ اسلام کے اصولوں کو ازکار رفتہ، فرسودہ اور بیکار کہہ کر فراموش کر رہے ہیں اور جو لوگ اسلام کا نام لیتے ہیں وہ اس کے اصولوں اور ضابطوں پر عمل کرنے کی مثال پیش نہیں کرتے۔ وہ قول و فعل کے تضاد کے مریض ہیں۔ دوسرے اسلامی ممالک کو چھوڑیئے۔ پاکستان ہی کو لیجئے اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے اس ملک (جس کی بنیاد بھی اسلام ہی کی بنیاد ہے) میں قول و فعل کا یہ تضاد منافقت کی حد کو پہنچا ہوا ہے۔ جھوٹ، مکر، فریب، عیاری، نفع اندوزی

فحاشی و عریانی، رشوت و بدعنوانی اور دوسری اَن گنت معاشرتی لعنتوں، علاقائی عصبیتوں وغیرہ کو جو فروغ و وسعت حاصل ہوئی ہے وہ ہم مسلمانوں کیلئے باعثِ ننگ ہے۔"

(۴) پاکستان میں ظہر الفساد فی البر والبحر کا اظہار

بہاولنگر ضلع تحصیل کے ناظم [illegible] محمد اکرم صاحب لکھتے ہیں:-

"ہمارا ملک اور ہمارا معاشرہ نہایت تیزی کے ساتھ اسلام اور اسلامی اقدار سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ ملک کے گوشے گوشے میں بنیادی نظریات کے دشمن اپنے پر پرزے پھیلانے میں مصروف ہیں۔ علاقائی ثقافت کے پردے میں علی الاعلان علیحدگی کے رجحانات کو فروغ مل رہا ہے۔ اسلام کے مقدس نام پر حاصل ہونے والے ملک میں سوشلزم اور لادینیت کا پرچار ہو رہا ہے۔ صوبائی اور لسانی تعصب کو ہوا دی جا رہی ہے۔ مغربی ثقافت، مغربی افکار اور مغربی تہذیب کی بھونڈی اقدار کی اندھا دھند تقلید ہو رہی ہے۔ اسلامی علوم اور اقدار کو پسِ پشت ڈالا جا رہا ہے۔ اس مسموم فضا میں یہ سوچنا پڑتا ہے کہ کیا اس وقت پاکستان میں "ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس" والی کیفیت پیدا نہیں ہو چکی ہے۔

اس وقت جبکہ دین کے بنیادی اصول خطرے میں ہوں اور ایسے وقت میں جبکہ ہمارے ملک کی سالمیت پر حملے کئے جا رہے ہیں۔ ہمارے لئے یہ ہرگز ہرگز مناسب نہیں کہ جزوی اور فروعی اختلافات میں الجھیں اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے رہیں اگرچہ اس قدر صدیاں گزرنے کو صرف کر ڈالیں۔ حضور نبی کریمؐ کو پردہ فرمائے تقریباً تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں۔ ان تیرہ صدیوں میں قرآن و سنت کی تعبیرات اور عقائد کی جزئیات میں ہزاروں اختلافات ہوئے لیکن کیا ہمارے اسلاف نے ان جزوی اختلافات کو فساد اور منافرت کا ذریعہ بنایا؟ یہ ایک ناقابلِ انکار تاریخی حقیقت ہے کہ جب فروعی اختلافات نے اصولی حیثیت اختیار کر لی اور خیالات کے اختلافات نے باہمی منافرت و معاندت کی صورت اختیار کر لی تو ملت کا شیرازہ منتشر ہوا۔ شاید آج پھر تاریخ اپنے آپ کو دہرانے والی ہے کہ مسجدیں الگ الگ بنی ہوئی ہیں اور منبرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہماری وحدت اور اتفاق و اتحاد کا مرکز تھا اس وقت فساد فی الفتن کا محور بن چکا ہے۔ حالانکہ ہم سب ایک خدا تعالیٰ جل جلالہٗ، اور ایک رسول کریمؐ، ایک کتاب مبین اور ایک قبلہ کعبہ کے ماننے والے ہیں۔ ہمارے دشمن ہمارے کردار کا تمسخر اڑا رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی پگڑی اچھال کر اور ایک دوسرے کو کافر کہہ کر ہم یوں محسوس کرتے ہیں کہ دین کی بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ اگر ہم نے اپنے رویے میں تبدیلی نہ کی اور وقت کے تقاضوں سے منہ موڑ کر اپنے خرعوبات کی پیروی میں لگے تو (العیاذ باللہ العظیم) اسلامی قوتوں کو اس ملک میں جو "لا الٰہ الا اللہ" کا نعرہ بلند کر کے حاصل کیا گیا تھا اور جس کی قربان گاہ پر ہزاروں جوانیاں، ہزاروں عصمتیں، بے شمار ماؤں کی مامتائیں اور بہنوں کے پیار قربان کر دئے گئے زوال و فنا ہی سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

(نوائے وقت، ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۲ء)

مبارک محمد نذیر حسین صاحب [illegible] - بقیہ صفحہ ۴۰

[illegible] دوام
[illegible] کے ذکر میں لکھا ہے کہ:-

"میاں صاحب نے صاف کہہ دیا کہ سنو صاحب! بہت جی چکا۔ اب زندگی کی تمنا نہیں ہے۔ امام نسائی بھی مکہ ہی میں شہید ہوئے تھے۔ اسی حرم میں جہاں کہ میرے قتل کا منصوبہ ہو رہا ہے میں ہر وقت اپنے قتل پر آمادہ ہوں مگر تبلیغ سے باز نہ آؤں گا۔"

(سوانح عمری میاں محمد نذیر حسین دہلوی المحدث صفحہ ۸۳ تا ۸۶)

میاں صاحب پر معتزلی اور وہابی وغیرہ کے الزامات

"پاشا مکہ نے یہ خبر کرادی کہ مولوی نذیر حسین معتزلی اور وہابی ہیں اور انہوں نے یہ رسالہ گلابی جو ورقۂ اعتزال کی اشاعت کے لئے چھپوا کر شائع کیا ہے جس میں خنزیر کی چربی اور خالہ سے نکاح کو حلال لکھا ہے وغیرہ وغیرہ بہتیرے الزامات لگائے۔"

(سوانح عمری صفحہ ۵۶)

نوٹ :- پاشا مکہ سے سوال و جواب جو ہوئے وہ اور بھی دلچسپ ہیں۔

تبصرہ

(۱) غلبۂ اسلام اور سکھ مت

گیانی عباد اللہ صاحب ربوہ نے ایک عمدہ تحقیقی کتاب شائع فرمائی ہے۔ پاکستان میں جناب گیانی صاحب سکھ مت کے بارے میں سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس کتاب میں گرنتھ صاحب اور جنم ساکھیوں کے بارے میں مفید معلومات کے علاوہ اسلامی عقائد پر تفصیلی تصدیقی حوالہ جات درج ہیں۔ قارئین کرام اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ ہوں گے۔ فاضل مصنف کے علاوہ مکتبہ الفرقان ربوہ سے بھی دس روپے میں مل سکتی ہے۔

(۲) "زادِ سفر"

اخویم مکرم جناب نسیم سیفی صاحب سلسلہ کے بلند پایہ مشہور شاعر ہیں۔ ان کا مخصوص انداز ہے۔ زادِ سفر نامی کتابچہ ان کے تازہ کلام کا عمدہ مجموعہ ہے جو سفید کاغذ پر عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت دو روپے پچاس پیسے۔ ملنے کا پتہ: سیفی برادرز ربوہ۔ یا مکتبہ الفرقان ربوہ

(۳) احمدیہ جنتری ۱۹۷۷ء

جناب میاں محمد یامین صاحب مرحوم تاجر کتب نے ہر سال احمدیہ جنتری شائع کرنے کا دستور جاری فرمایا تھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند حافظ مبین الحق صاحب ربوہ اس سلسلہ کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ۱۹۷۷ء کی جنتری ہمارے سامنے ہے۔ سال بھر کی تقویم کے علاوہ اس مجموعہ میں اور بھی مفید معلومات درج ہیں۔ قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے۔ ربوہ کے ہر تاجر کتب سے مل سکتی ہے۔

ماہنامہ الفرقان کا آئندہ پانچ سالہ پروگرام

احباب غور سے مطالعہ فرمائیں!

اس شمارہ کے ساتھ ماہنامہ الفرقان کی ۲۶ ویں جلد ختم ہوتی ہے اور آئندہ جنوری ۱۹۷۶ء سے اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے نئی جلد کا آغاز ہوگا۔ انشاء اللہ۔

آئندہ پانچ سال کے لئے مندرجہ ذیل پروگرام تجویز کیا گیا ہے۔ وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

اوّل: رسالہ کا حجم بہتر صفحات ہوا کرے گا یعنی پہلے سے ڈیوڑھا۔ تاریخ اشاعت حسب سابق ہر ماہ کی پندرہ تاریخ ہی ہوگی۔

دوم: مضامین ٹھوس تحقیقی اور متنوع ہوں گے۔ ہر نمبر میں عام سوالات کے جوابات عام مضامین کے علاوہ ہوں گے۔ دہریت، بہائیت اور عیسائیت پر بھی مقالے ہوں گے۔ ملکی اور غیر ملکی اخبارات و رسائل پر تبصرہ کے لئے بھی ایک باب مخصوص ہوگا۔ قرآنی مسائل پر خاص قیمتی مضامین شائع ہوا کریں۔ ترجمہ قرآن مجید بھی ہوا کرے گا۔

سوم: کتابت کا معیار بھی اچھا کرنے کی پوری کوشش ہوگی۔ حسب گنجائش کاغذ بھی بہتر لگایا جائے گا۔ بڑھتی ہوئی گرانی کے باعث سفید کاغذ فی الحال مشکل ہے۔

چہارم: جماعت کے جملہ اہل قلم اور اصحاب تحقیق نیز شعراء حضرات سے اپنے اپنے رشحات قلم سے نوازنے کی درخواست کی جاتی رہیگی۔

سالانہ چندہ

پاکستان میں سالانہ چندہ پندرہ روپے پیشگی ہوگا۔ دیگر ممالک کے لئے سالانہ شرح چندہ حسب ذیل ہے:۔

نام ملک	بحری ڈاک	ہوائی ڈاک
(۱) انگلستان	۶۵/- روپے	۱۰۰/- روپے
(۲) کویت، ایران اور سیلون	۵۵/- "	۱۰۰/- "
(۳) امریکہ اور کینیڈا	۹۵/- "	۱۸۰/- "
(۴) سورینام و ٹرینیڈاڈ	۶۵/- "	۱۸۰/- "
(۵) انڈونیشیا	۵۵/- "	۱۰۰/- "

(۶)	بھارت اور برما	۶۵/- روپے	۹۰/- روپے
(۷)	بنگلہ دیش		۹۰/- "
(۸)	مشرقی و مغربی افریقہ کے ممالک	۶۵/- "	۱۱۰/- "
(۹)	سنگاپور، جاپان اور یورپین ممالک	۶۵/- "	۱۲۵/- "
(۱۰)	فجی	۶۵/- "	۱۶۰/- "

پنجسالہ معاونین خصوصی

نئے پنجسالہ دور کے لئے معاونین خصوصی کی بھی تحریک کی گئی ہے پاکستان میں معاونِ خصوصی کو پانچ سال کے لئے یکصد روپے (۱۰۰/-) یکمشت ادا کرنا ضروری ہے۔ دیگر ممالک کے لئے بھی ان کے ہوائی ڈاک کے سالانہ چندہ کا پانچ گنا رقم مقرر ہے چونکہ پنجسالہ معاونین رسالہ کے استحکام کا ذریعہ ہیں۔ اس لئے سال میں ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ سے رسالہ کی طرف سے ان کے لئے درخواست دعا کی جائے گی۔ میں خود بھی ان کے لئے دعا کرتا رہوں گا۔ نیز ہر سال ماہ رمضان المبارک کے شمارہ میں ان کے نام تحریک دعا کے لئے شائع بھی ہوتے رہیں گے۔ علاوہ ازیں پانچ سال تک انہیں رسالہ بھی باقاعدہ ملتا رہے گا۔ انشاءاللہ۔ اس صورت میں آپ کو فوراً معاونین خصوصی میں شامل ہو جانا چاہئیے۔

رقوم بھجوانے کا طریق خریدار اور معاونین حضرات اپنا چندہ براہ راست منیجر الفرقان ربوہ کے نام پر بذریعہ منی آرڈر یا ڈرافٹ یا چیک یا رقعۂ امانت صدر انجمن احمدیہ یا امانت تحریک جدید ربوہ بھجوائیں۔

پاکستانی خریدار چاہیں تو فیس منی آرڈر چندہ سے وضع کر لیں۔ لیکن ان کے لئے اور ہمارے لئے بہتر صورت یہی ہے کہ وہ رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ کٹائی کی ضرورت نہ پڑے۔ اس سے خریدار پر زیادہ بوجھ پڑ جاتا ہے۔ اور دفتر کا کام بڑھ جاتا ہے

(خاکسار: ابوالعطاء جالندھری)

ربوہ میں دیدہ زیب ملبوسات

آپ کو ہماری دکان میں ہر قسم کے سوتی و ریشمی ملبوسات مثلاً سوٹنگ واچکن کلاتھ۔ آرٹ شک لیلن، بسمریزیہ، موبالینا، منیفینی فلیٹ۔ بائی صوفی، ساٹن، کریپ۔ پردہ کلاتھ، بستر سیٹ اور دیگر اقسام کے ملبوسات دیدہ زیب ڈیزائنوں میں دستیاب ہیں۔ مناسب اور بارعایت نرخوں پر خریدنے کے لئے تشریف لائیے!

مورس کلاتھ ہاؤس ○ گول بازار ○ ربوہ

(اسلام کی سربلندی اور ترقی
کا آئینہ دار

تحریک جدید ربوہ

آپ خود بھی پڑھیں اور
غیر از جماعت دوستوں کو بھی پڑھائیں۔

سالانہ چندہ
پانچ روپے

(مینیجنگ ایڈیٹر)

روزنامہ الفضل ربوہ

ہمارا، آپ کا اور سب کا اخبار

اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے اقتباسات، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کے روح پرور خطبات علماء سلسلہ کے اہم مضامین، بیرونی ممالک میں جماعت کی تبلیغی مساعی کی تفاصیل اور اہم ملکی اور عالمی خبریں شامل ہوتی ہیں۔ آپ خود بھی یہ اخبار پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کیلئے دیں۔ اس کی توسیع اشاعت آپ کا جماعتی فرض ہے۔

(مینیجر "الفضل" ربوہ)

۱۹۱۱ء سے خدمت انسانیت میں مصروف ادارہ
عورتوں اور بچوں کے مستند معالج

اکھرا، سوکھے بچوں، بے اولادوں اور دیگر جنسی و نفسیاتی امراض کا علاج کروانے کیلئے ہمارے شفاخانہ اور

مطب

میں تشریف لائیں یا بذریعہ جوابی خط مفصل حالات لکھ کر معلومات، ہدایات اور مشورہ حاصل کریں
اوقات مطب: صبح ۸ بجے سے ایک بجے تک، شام ۴ بجے سے ۸ بجے تک

حکیم عبدالحمید ابن حکیم نظام جان مرحوم

چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ
فون نمبر ۴۸۴۴

الفردوس شال مرچنٹ

ہمارے ہاں ہر قسم کی گرم کشمیری کامدار شالیں زنانہ و
مردانہ دُھسے اور گرم ہر قسم کا فک دیر چون داجبی داموں
پر دستیاب ہیں ۔ نیز ریڈی میڈ کرتے ، شلواریں ۔
سوٹ وغیرہ بھی ہر قسم کے مل سکتے ہیں ۔

الفردوس شال مرچنٹ

۸۵ - انارکلی - لاہور

ہر قسم کا

کاغذ ، بکس بورڈ اور گتہ

بار عایت خریدنے کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں اور

دعا فرمائیں

مقبول پیپر مارٹ

گنپت روڈ لاہور - فون : ۶۳۸۴۹

گھر : ملک عبداللطیف شکوہی - فون نمبر ۶۲۵۱۶

ہر قسم کا سامانِ سائنس واجبی نرخوں پر خریدنے کیلئے

الائیڈ سائنٹیفک سٹورز

گنپت روڈ لاہور کو یاد رکھیں

فون نمبر ۶۲۵۰۰

Monthly [illegible] Lahore

NOVEMBER [illegible] Regd. No. L 5708

[illegible]

[illegible] کمپنی

[illegible]

[illegible]

[illegible] 77, KMC [illegible]

[illegible]

شیزان
گھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
Peach Jam